۷۸۶

الحمد لله

کر

ذخیرہ تحقیقات

یعنی

رسالہ

جناب شیخ جیلانی

بحسن انتظام

جناب مولانا سید اظہار الحسنین صاحب صدر الافاضل و واعظ مدرسۃ الواعظین

مدیر دائرۂ تحقیق کھجوا دام معالیہ

مطبع اصلاح کھجوا میں چھپا

فہرست مضامین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین سید الاولین والآخرین ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاہرین۔

جناب شیخ عبد القادر جیلانی اسلامی دنیا میں ایک محترم ومعزز بزرگ گذرے ہیں اور آپ کے ماننے والوں کی تعداد اس وقت بہت زیادہ ہے اس وجہ سے عموماً لوگوں کو جناب موصوف کے حالات جاننے کا کمال درجہ اشتیاق رہتا ہے اور چونکہ آپ کے ماننے والوں نے آپ کے متعلق بہت عجیب وغریب باتیں بھی مشہور کر رکھی ہیں۔ اس وجہ سے خاص کر مومنین کو آپ کے اصلی اور صحیح واقعات جاننے کی زیادہ فکر رہتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معزز دینی وعلمی ذخیرہ تحقیقات یعنی رسالہ اصلاح کھجوا نے آپ کے بارے میں متعدد مضامین شائع کئے وہ اس درجہ پسند کئے گئے کہ اب تک علم دوست حضرات ان پرچوں کو طلب کرتے رہتے ہیں مگر افسوس اب ان پرچوں کا کوئی نسخہ دفتر اصلاح میں باقی نہیں رہا اور مومنین کی فرمائشیں کسی طرح پوری نہیں ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے رسالہ اصلاح ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ سے وہ کل مضامین دوبارہ نقل کرکے اس کتابی صورت میں ہیں۔ ان تحقیقات علمیہ کی یہ بڑی خوبی ہے کہ بطور مناظرہ نہیں بلکہ بعنوان تاریخ لکھے گئے ہیں۔ صرف جلیل القدر علماء اہلسنت کی معتبر کتابوں سے لکھا گیا ہے اور اس کا ایک مضمون بھی ایسا نہیں ہے جس کا ثبوت مستند کتب تاریخ وسیر میں موجود نہ ہو۔ گویا یہ پورا رسالہ حضرات اہلسنت کی تاریخی تحقیقات

کا جو سبب ہے اس کے پڑھ لینے سے بہت سی وہ غلط فہمیاں بھی دور ہو جائیگی جو جناب شیخ صاحب کے متعلق ناواقف عوام میں پھیلی ہوئی ہیں اور اُن خلاف عقل فضائل کی حقیقت بھی واضح ہو جائیگی جو خوش اعتقاد حضرات نے آپکے بارے میں تصنیف کر رکھے ہیں۔ اس لئے کہ جناب ممدوح نہ رسول تھے نہ نبی نہ خلیفہ۔ پس خدا کی طرف سے آپ کو وہ درجہ بھی نہیں مل سکتا تھا جس سے آپکی شان حضرات مذکورین بالا سے بڑھکر یا ان کے برابر ہی مانی جا سکے۔ جناب ممدوح کی عجیب و غریب خوبیوں میں یہ بھی ہے کہ آپ شیخ بھی کہے جاتے ہیں اور سید بھی۔ حالانکہ یہ بات بدیہی ہے کہ اجتماع ضدین نہیں ہو سکتا جو شخص شیخ ہو وہ کسی طرح سید نہیں ہو سکتا۔ اس رسالہ میں آپ کے اس خلاف عقل فضیلت کی بھی اچھی طرح تحقیق کر دی گئی ہے۔ جن کتابوں سے اس رسالہ میں مضامین لئے گئے ہیں وہ سب چھپ گئی ہیں اور تقریباً ہر عربی کتب خانہ میں ملیں گی۔ کسی امر کے متعلق کوئی شک ہو تو اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے سے اسکی تصدیق ہو جائیگی کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اسکی سند موجود ہے۔ خدا کرے اس رسالہ سے عامہ مسلمین کو خاطر خواہ نفع پہونچے اور وہ کھوٹے کھرے کو اچھی طرح پرکھ سکیں اور جو مسلمان خوش اعتقادی سے غلط رستے پر ہو گئے ہیں ان کے خیالات کی اصلاح ہو سکے اور جو عوام پیر صاحبان کی کوششوں سے حقیقی اسلام کو بھول گئے ہیں وہ جلد صراط مستقیم پر آجائیں۔ غرض ضلالت و جہالت رفع ہو اور علم و ہدایت پھیلے کہ ان تحقیقات عالیہ کی اصلی غرض صرف یہی ہے۔ — مدیرہ دائرۃ

التصوف والاسلام

عرصہ سے ارادہ تھا کہ اس بحث پر قلم اوٹھائیں۔ کیونکہ اس مسئلہ نے بہت سے لوگوں کو بے راہ کر دیا ہے۔ مگر مولوی عبدالسلام مبارکپوری نے جو اہلحدیث سے ہیں ایک بسیط مضمون اس پر انگریزی تواریخ سے لکھا ہے۔ وہی اس وقت کافی ہے۔ اہلحدیث جلد سنہ ۱۹۱۲ء میں لکھتے ہیں۔ ھذا

رسالہ دکن ریویو جو حیدر آباد سے مولوی ظفر علی خاں صاحب بی اے (علیگ) کی ایڈیٹری میں شایع ہوتا تھا اس میں ایک طویل مضمون تصوف کی تاریخ پر نکلا تھا جو جنرل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گزٹ برٹش اینڈ آئرلینڈ سے ترجمہ کر کے جلد سوم کے نمبر ۱۲ میں شایع کیا گیا۔ راقم مضمون پروفیسر رینالڈ اے نکلس نے تصوف کی تاریخ پر مضمون نہایت محققانہ لکھا ہے جیسا کہ مغربی محققین کا قاعدہ ہے۔ چونکہ ہمارے دعوے پر کہ تصوف اسلام کی تعلیم سے خارج ہے اور مقرب بارگاہ باری تعالیٰ نہیں ہے اگرچہ باعث تحصیل کمالات ہے اور بعض صحابیوں یا بعض تابعین یا بعض محدثین کو جو بعض لوگوں نے صوفیوں میں شمار کیا ہے یا تو اونکی غلطی ہے یا تصوف کے معنی انھوں نے اتباع سنت کے لئے ہیں۔ لیکن صوفیوں میں جو تصوف جاری و ساری ہے اور جس تصوف کا تمام دنیا میں بلا استثنا دور دورہ ہے وہ وہی تصوف ہے جو اقوام سابقہ سے چلا آتا ہے جو فلسفہ اشراقیہ جدیدہ کا نتیجہ ہے یا براہمہ مصر اور ہندوستان کے بدھ مذہب کا ثمرہ یا ایران کے زردشتیوں کا نمونہ ہے۔

ہم بقدر ضرورت اس مضمون کا انتخاب کرینگے لیکن التزام یہی رہے گا کہ عبارت بعینہا مع حوالہ صفحات لکھیں گے۔ پروفیسر رینالڈ اے نکلسن لکھتے ہیں۔

صلا جلد ۳ ملا میں یہاں اصول تصوف پر جو ہر خاص و عام کو معلوم ہیں بحث نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ان اصولوں کا ماخذ کیا ہے اور ان کا موجودہ نظام کس طور پر ترکیب پذیر ہوا۔

طریقہ صوفیہ کا مبدء و منشاء وہ زبردست اور ہمہ گیر زاہدانہ رجحانات ہیں جو پہلی صدی ہجری میں عالم اسلام میں پیدا ہوگئے۔

جرمن مستشرق گولڈزیہر لکھتا ہے کہ اس ابتدائی رہبانیت کے اجزا عظیم دو ہیں۔ ایک تو گناہ کا غلو آمیز ادراک۔ دوسرے منتقم حقیقی کے قہر کا حد سے زیادہ خوف۔ اس طریقہ کی ابتداء اسلام کے مطابق ہوئی (ہم بھی کہتے ہیں کہ اسلام نے ہمیں گناہ سے بے حد خوف دلایا اور اللہ سے بے حد ڈرایا اتقوا اللہ کی قرآن میں کس قدر دھوم دھام ہے اور گناہ سے کیسی سخت روک کی گئی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہمیں اعتدال پر قائم رہنے کی تعلیم دی ہے۔ نہ رہبانیت کی تعلیم کہ ابتدائی رہبانیت نے آگے چلکر غضب کر دیا) مگر جناب رسولخدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم اور آپکی سنت باہرہ کے بعض لوازم مثلاً ذکر و توکل کو جس غیر معمولی وقعت کی نظر سے دیکھا گیا اس نے عبادت کے متعلق بعض دوسرے امور کی طرف سے (جن کا وجوب راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے نزدیک کچھ کم مسلم نہ تھا) دلوں میں لازمی طور پر بے اعتنائی پیدا کر دی۔ حسن بصری جو بہت بڑے صاحب دل ہو گذرے ہیں طبقہ صوفیہ کے رکن رکین متصور ہوتے ہیں اور حق یہ ہے کہ سر منزل روحانیت میں جس قدر تگ و دو انھوں نے کی اور اعمال عبادت کے بعض ارکان ظاہری کی نسبت جس طور پر انھوں نے اپنی بے اطمینانی ظاہر کی

اس کے لحاظ سے انکی جتنی عزت کریں کم ہے ۔ ان کا قول ہے کہ خالص القا اگر بقدر ایک دانۂ خردل کے ہو تو روزہ اور نماز کے ایک پہاڑ پر بھاری ہے (رسالۂ قشیریہ)

(میں کہتا ہوں ابتداءً یہی سب باتیں شروع ہوئیں جو آگے چل کر ایک طوفان بے تمیزی مچا دینے والی ثابت ہوئیں)

(بحیرہ ۱۲ ایضاً) لیکن ان ارباب زہد و تقشف کو تصوف کا محض ایک پیش خیمہ تصور کرنا چاہیے ۔

(بہت صحیح) امام قشیری لکھتے ہیں کہ لفظ صوفی عام طور سے دوسری صدی ہجری کے خاتمہ کے قبل ۲۲۵ھ میں رواج پا گیا ۔ ابن خلدون کے مطابق لفظ صوفی صوف سے مشتق ہے ۔ غالباً لفظ صوفی اس افتراق کو ظاہر کرتا ہے جو زہد و سنت میں پیدا ہو گیا اور اول اول اس لقب سے ابو ہاشم کوفی (المتوفی سنہ ۱۵۰ ہجری) ملقب ہوئے جن کی نسبت جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے "پیش از وے بزرگان بودند در زہد و ورع و معاملت نیکو در طریق توکل و طریق محبت ولیکن اول کسیکہ وے را صوفی خواندند وے بود پیش وے کسے را باین نام نہ خواندہ بودند" (و ہذا اول بدعۃ)

اس عبارت کے بعد جامی نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ صوفیوں کی پہلی خانقاہ کی بنا ایک مسیحی امیر نے بمقام رملہ ڈالی عجب نہیں کہ ابو ہاشم کا اس خانقاہ سے تعلق ہو ۔ اگرچہ مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ مسیحی اثرات نے ایک حد تک تصوف کے ابتدائی نشوونما میں حصہ لیا ۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا بھی یقین ہے کہ زہد آمیز و رضا انگیز تصوف جس کی جھلک ابراہیم ادہم (سنہ ۱۶۱ھ) داؤد طائی (سنہ ۱۶۵ھ) فضیل بن عیاض (سنہ ۱۸۷ھ) اور شقیق بلخی (سنہ ۱۹۴ھ) کے مقولوں میں پائی جاتی

ہے نہ تو مسیحی الاصل ہے اور نہ کسی اور غیر اسلامی ماخذ کا رہین منت
بالفاظ دیگر اس قسم کا تصوف اسلام کا ذاتی ماحصل تھا۔ (لیکن یہ
تصوف وہی اتقاو اتباع سنت تھا جس کی کھلے بند شریعت نے
تعلیم دی ہے)

(ایضاً ص۱۳) اگرچہ وہ صوفیا جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ زہد و رضا
میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ لیکن ان کا متصوفانہ طرز عمل حد اعتدال سے
متجاوز نہ تھا۔ صوفیہ دور آخر کے حال وقال کے کرشموں سے وہ بالکل
بے خبر تھے۔ خدا سے ان کو عشق ضرور تھا لیکن اس عشق پر خوف
غالب تھا۔ اُن کی محبت کی غایت الغایت یہ تھی کہ تسلیم خم کرکے
برضائے الٰہی ہوں نہ یہ کہ ذات باری تعالےٰ جس حجاب میں مستور ہے
اُسے اُٹھا کر اُس کے جمال کا نظارہ کریں غرض وہ زہد و معرفت کے بین
بین ہیں اور جو لفظ انکی قلبی حالت کو ظاہر کرتا ہے وہ رضا ہے۔

[1] تیسری صدی ہجری میں تصوف نے ایک بالکل ہی نئی شکل اختیار کی جسے
اسلام کی روحانی کوششوں کے مسلسل نشوونما سے کسی طرح نہیں تعبیر
کیا جا سکتا۔ (اس کے بعد انھیں مذکورین بالا صوفیوں کے عشقیہ
اور شاعرانہ تخیلات کے چند مقولے لکھے ہیں۔ اور انھیں کی مختصر
سوانح عمریاں اور بتدریج جو ان کے شاعرانہ تخیلات میں ترقی ہوئی
ان کو دکھلایا ہے۔ بعض ان میں کے یہ ہیں)

(۱) ایک دن معروف کرخی نے اپنے مرید سری سقطی سے کہا کہ جب تمہیں خدا سے

---

[1] ناظرین خط دی ہوئی عبارت کو غور سے پڑھیں یہ تحقیق ہمارے دعوے
پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔ بلکہ یہ ہمارا عین دعوے ہے۔ عبدالسلام

کوئی مراد مانگنی ہو تو میرا واسطہ دیکر مانگو (فاقہم علیہ صلی) رسالہ قشیریہ

ابو سلیمان دارانی کا مقولہ ممکن ہے عارف جب سو رہا ہو تو باری تعالیٰ اوس کے چہرہ کے آگے سے حجاب راز اوٹھادے اور وہ تجلی دکھادے جو نماز پڑھنے کی حالت میں بھی کسی کو نہیں دکھلائی جا سکتی (تذکرۃ الاولیاء)

اگر معرفت ارایت کا قصد کرتی تو جو کوئی اوس کے حسن وجمال اور سعادت ولطافت کو دیکھتا زندہ نہ رہتا اور ہر روشن چیز اوسکی تجلی کے مقابلہ میں سیاہ نظر آتی (تذکرۃ الاولیاء)

ص۱۷ بشر خافی المتوفی ۲۲۷ھ کے بعد جنہوں نے عارفین (یعنی صوفیوں کو) خاصانِ خدا کے لقب سے ملقب کیا ہم ذوالنون مصری سے دو چار ہوتے ہیں (المتوفی ۲۴۵ھ) جنھیں فن تصوف کے بانی سمجھے جانے کا استحقاق حاصل ہے۔

ص۱۷ ذوالنون مصری المتوفی ۲۴۵ھ وہ ہیں جنھیں فن تصوف کے بانی سمجھے جانے کا استحقاق حاصل ہے۔ مشرق کے تمام تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے اس استحقاق کو بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ملا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے۔ ذوالنون اس فرقہ کا امام ہے باقی سب اس کے پیرو ہیں اور صوفیہ نے جو کچھ سیکھا ہے اس سے سیکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے پہلے بھی شیخ ہو گذرے ہیں لیکن ذوالنون پہلا شخص ہے جس نے عبادت کو اشارت میں سمو دیا اور سلوک کے عقدوں کو حل کیا۔ ابوالمحاسن کا قول ہے کہ ذوالنون پہلا شخص تھا جس نے مصر میں احوال اور مقالات اہل الولایۃ جیسے غواص کا ذکر کیا اس خیال کو کہ طریقۂ تصوف صرف

خواص کے لئے ہے۔ ذوالنون ہی نے بکرات ومرات ظاہر کیا ہے مثلاً وہ کہتے ہیں کہ توبۃ العوام اور توبۃ الخواص کی حقیقت بالکل جدا جدا ہے (رسالہ قشیریہ) اور محبت الٰہی ایسا راز ہے جسے زبان پر نہ لانا چاہیئے تاکہ عوام کالانعام کے کان اس سے آشنا ہو جائیں۔ (رسالہ قشیریہ) شعرائے متصوفین کے کلام میں شراب اور اس کے متعلقات کا استعمال مجاز اور استعارہ کے طور پر عام ہے۔ اس استعمال کی قدیم ترین سندوں میں ذوالنون کا کلام پیش کیا جاتا ہے جو ایک مقام پر کہتے ہیں کہ عشاق الٰہی کو شراب شوق کا پیالہ دیا جاتا ہے۔

وجد وسماع اور توحید کی سب سے پہلی تعریف ذوالنون ہی نے کی ہے (تذکرۃ الاولیاء و قشیریہ) اسی قسم کی چند باتیں اور لکھ کر لکھتے ہیں اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے میرے خیال میں یہ امر کافی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ فن تصوف کی مستقل تدوین وتشکیل ذوالنون مصری ہی نے کی۔

مسٹر ونفلیڈ کا یہ قول کہ عقائد صوفیہ کو بالاستقلال بایزید بسطامی نے مدون و متشکل کیا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جن تذکرہ نویسوں نے ذوالنون کے سوانح قلمبند کئے ہیں۔ ان کے بیان کئے ہوئے واقعات سے ان عقائد کے ماخذ کا سراغ بھی معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔

ابن خلکان (ترجمہ ڈی سلیس جلد اول ص۲۹۱) اور جامی نفحات الانس کی روایت کے بموجب ذوالنون کا نام ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم یا الفیض بن ابراہیم تھا۔ ان کا باپ جو نوبیا یا اخیم واقع مصر کا باشندہ

تھا۔ پہلے قبیلہ قریش کا ایک غلام تھا جو بعد میں آزاد ہوگیا۔ ذوالنون کی عمر کا ابتدائی حصہ غالباً حجاز میں گذرا کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے امام مالک بن انس کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور امام ممدوح کی تعلیقات سے موطا کا درس [۱] فن تصوف میں بقول ابن خلکان شقران العابد اور بروایت جامی ایک مغربی صوفی تھا۔ ابن خلکان بیان کرتا ہے کہ ذوالنون علم و زہد و رحال وادب میں وحید العصر تھا۔ فلسفہ و حکمت میں ید طولے رکھتا تھا اور فصیح و شستہ عربی بولتا تھا۔ بلحاظ عقائد وہ ملامتی تھا۔ یعنی اپنے زہد و اتقا پر استعار شرع کا پردہ ڈالے رکھتا تھا اور اکثر اہل مصر اوسے زندیق سمجھتے تھے لیکن مرنے کے بعد اس کا نام زمرۂ اولیاء میں درج ہوگیا (تذکرۃ الاولیاء) تذکرۃ الاولیاء میں بہت سی حکایتیں مندرج ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ ذوالنون کے ہاتھ میں آکر کنکر پتھر جواہرات بن جاتے تھے۔ کتاب الفہرست میں ان کا ذکر اُن فلاسفہ کے طبقہ میں کیا گیا ہے جو فن کیمیا میں مہارت رکھتے تھے ص ۳۵۲ اور اس کے چند صفحے بعد اس فن کے متعلق دو تصانیف ان سے منسوب کی گئی ہیں۔ کتاب الفہرست ص ۳۵۵ ابن القفطی نے تاریخ الحکماء میں ذوالنون کا ذکر ذیل کے الفاظ میں کیا ہے جن سے ان کی سیرت پر نمایاں روشنی پڑتی ہے۔

ذو النون ابن ابراہیم الاخمیمی المصری فن کیمیا میں دستگاہ رکھتا تھا اور

---

[۱] مقدمہ مثنوی معنوی ص ۱۷ مترجمہ وملحقہ مسٹر اے انچ ونفلیڈ طبع ثانی مسٹر ونفلیڈ کی تحریرات نے تصوف کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ کیا ہے اور میں نہایت خوشی سے اُس فائدہ کا اعتراف کرتا ہوں جو میں نے ان تحریرات سے اوٹھایا ہے ۱۲ منہ

اوس کا شمار اوسی طبقہ میں ہے جس سے جابر بن حیان کا تعلق ہے
علم الباطن سے اوسے شغف تھا اور فلسفہ کی متعدد شاخوں میں اُسنے
مہارت تامہ بہم پہونچائی تھی۔ وہ اخمیم کے ایک بربہ یعنی پرانے مندر
کے کھنڈروں میں اکثر جایا کرتا تھا۔ یہ مندر مصر قدیم کے بیوت الحکمۃ
کی ایک بوسیدہ یادگار ہے اور عجیب وغریب اشکال واصنام
کا گھر ہے جو مومن کے لئے عبرت اور کافر کے کفر وضلالت کی افزائش
کا باعث ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس مندر کے اسرار کا انکشاف
اس پر بطریق الولایۃ ہوا اور متعدد کرامتیں بھی اُس سے صادر ہوئیں لہ
مسعودی جس کا انتقال ذوالنون سے کامل ایک صدی کے
بعد ہوا اور جو پہلا مورخ ہے۔ جس نے ذوالنون کے حالات بروایت
مستند بیان کئے ہیں خود چل کر اخمیم گیا تھا۔ وہاں کے لوگوں کی
زبانی جو حالات اوسے معلوم ہوئے اونھیں وہ حسب ذیل
الفاظ میں بیان کرتا ہے " ابو الفیض ذوالنون المصری الاخمیمی ایک
خلوت نشین راہب اور حکیم تھا جس نے ایک خاص طریقہ اختیار کر رکھا
تھا اور مذہب میں بھی ایک مسلک خاص رکھتا تھا۔ وہ اُن لوگوں
میں سے تھا جو ان برابی (ویران مندروں) کے تاریخی حالات
شرح وبسط سے بیان کرتے ہیں۔ اُن کھنڈروں میں پھرا کرتا تھا
اور جو شکلیں اور کتبے ان پر منقوش تھے ان کا بغور معائنہ کیا کرتا
تھا۔ مسعودی نے مروج الذہب میں ان کتبوں میں سے بعض تراجم درج

لہ انھیں طب میں بھی دخل تھا تین کتابیں جو اس فن میں ان سے منسوب کی گئی ہیں
اس وقت موجود ہیں (پروفیسر رینلڈ ایکلس)

گئے ہیں جنھیں ذوالنون نے حل کیا تھا۔
یہ بیان کہ ذوالنون مصر کے قدیم ویران مندروں کے کتبوں کا بغور مطالعہ کیا کرتے تھے کسی قدر تصریح کا محتاج ہے مسلمان مصر کو کیمیا۔ سحر اور علوم مخفی کا مخزن سمجھتے تھے ۔ ابن الندیم کتاب الفہرست میں لکھتا ہے کہ پہلا شخص جس نے فن کیمیا پر بحث کی ہرمز بابلی تھا جو آگے چل کر فرماں روائے مصر ہو گیا اور اہرام مصر میں سے ایک کے نیچے دفن ہوا۔ بعض دوسرے روات کا بیان ہے کہ ہرمز اُن سات کاہنوں میں سے ایک تھا جو سات سیاروں کے مندروں کے محافظ تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک ہرمز اور حضرت ادریس ایک ہی ہیں (ابن خلدون نے ہرمس سین مہملہ لکھا ہے) اور مصر کے جملہ علوم اور فنون اور مذہب کا بانی ہرمز ہی سمجھا جاتا ہے ۔ تاریخ الحکماء میں لکھا ہے ہرمز نے اہرام مصر اور مصر سعید میں برابی کی بنا ڈالی اور ان پر جملہ صناعات وآلات کی شکلیں اور علوم وفنون کے بیانات منقوش ومرتسم کئے تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے وہ محفوظ رہیں اور زمانہ کے دست برد سے مٹ نہ جائیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے آثار قدیمہ پر جو شکلیں منقش ہیں وہ ان قدیم اور پر اسرار علوم کے خزائن کی کلید سمجھی جاتی تھیں ۔ جن کے عامل اہل بابل تھے یعنی کیمیا نجوم اور سحر۔ چنانچہ ابن خلدون بھی جو مسلمانوں میں سب سے بڑا روشن خیال مورخ گذرا ہے یہی خیال ظاہر کرتا ہے وہ نہ صرف سحر کی واقعیت کا مدعی ہے بلکہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ مصر کے معبد ویران مندروں میں ابھی تک سحر کے آثار پائے جاتے ہیں اور ان کے

موجود ہونے کی کافی شہادت ان سے بہم پہونچ سکتی ہے (مقدمہ ابن خلدون) کتاب الفہرست میں اس کے متعلق حسب ذیل عبارت مرقوم ہے۔ "مصر میں بعض قدیم عمارتیں ہیں جسے برابی کہتے ہیں۔ یہ عمارتیں جن کی تعمیر میں بہت بڑے پتھر صرف ہوئے ہیں مختلف شکل وصورت کی ہیں اور ان میں دواؤں کے پیسنے کوٹنے حل کرنے۔ ترکیب دینے اور مقطر کرنے کے مقالات الگ الگ بنے ہوئے ہیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ عمارت فن کیمیا کے لئے بنائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ان مکانوں میں کچھ شکلیں اور کتبے کالدی اور مصری حروف کے پائے جاتے ہیں جن کی ماہیت معلوم نہیں ہوسکی۔ زمین دوز خزانے بھی دریافت ہوئے ہیں جہاں یہ علوم فلجان اور توز (؟) اور سونے اور تانبے کے پتروں اور پتھروں کی تختیوں پر لکھے ہوئے پائے گئے ہیں۔

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ذوالنون کیمیا گر اور ساحر تھے ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں سحر اور کیمیا (کہ وہ بھی سحر کی ایک شاخ سمجھی جاتی تھی) تصوف اور خرق عادت کے لوازمات میں شمار ہوتے تھے۔ یہ تلازم فلسفہ اشراقیہ جدید[1]

[1] چونکہ یہ اصطلاح (فلسفہ اشراقیہ جدید) اس مضمون میں بار بار آئیگی اور جب تک اس کے معنے اچھی طرح سمجھ میں نہ آجائیں اس مضمون کے ایک بڑے حصہ کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں اپنے ان ناظرین کی آگاہی کے لئے جو فلسفہ اور علم کلام پر پورا عبور نہیں رکھتے اس اصطلاح کی تشریح کئے دیتے ہیں (بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ ہو)

کے پیروان زمانہ بعد مثلاً آمبلیکس اور پراکلس میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور ناسٹک (ادریہ) اور صابی طریقوں کی تو ساری

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۴)

ذہنیات اور موجودات خارجی میں (باوجود مشائی اور اشراقی توجیہات کے)، جو عقلی تناقض مدتوں سے چلا آتا تھا اُس کے رفع کرنے کی غرض سے حکما کے ایک گروہ نے جس کو لسٹیزم یعنی مسیحی علم کلام کا بانی کہا جا سکتا ہے تیسری صدی عیسوی میں فلسفہ کا ایک نیا مذہب فلسفہ اشراقیہ جدیدہ کے نام سے اسکندریہ میں قائم کیا۔ اس مذہب کا مقصد یہ تھا کہ عقل اور ایمان میں توافق پیدا کیا جائے۔ ہستی علی الاطلاق یعنی خدا کی ذات کا تعقل چونکہ افلاطون کے کلیات عقلی کی وساطت سے ہونا محال تھا لہٰذا فلسفہ اشراقیہ جدیدہ کے بانیوں نے مکاشفہ کے مسئلہ کو رواج دیا۔ اس مسئلہ کا مفہوم یہ ہے کہ ادراک کے اجزاء عاقدہ و منعقدہ یعنی نفس ناطقہ و شئے مدرکہ باہم مخلوط و منضم ہو کر ایک ہو جائیں اور ان میں کوئی فرق نہ رہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کی تاویل یوں کی جاتی ہے کہ انسان کی تمنا ہے کہ اس کو علم مطلق حاصل ہو لیکن اس کے حصول کے لئے خارجی اشیاء کا ادراک یا طریقہ استعمال بیکار رہے علم مطلق اس کو اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ انجلائے نفس اور تزکیہ باطن سے محسوسات اور موجودات خارجی کو وہ اپنا پرتو بنائے اور بیرونی اثرات سے یہاں تک مستغنی ہو جائے کہ عالم اور معلوم ایک ہو جائیں اور اس طور پر سب چیزوں کا ادراک مکاشفہ یا بصیرت سے

تاریخ اس سے بھری پڑی ہے لیکن طریقہ صوفیہ ساحری اور کیمیاگری کو اپنا لازمہ نہیں قرار دیتا لیکن اس امر کا ثبوت بہم پہونچانا چنداں مشکل نہیں کہ خرق عادت اور شعبدہ گری کے متعلق جو خیالات قدیم سے چلے آتے ہیں اُنھوں نے صوفیت پر بہت بڑا زبردست اثر[1] ڈالا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام جن کے حالات تذکرۃ الاولیاء میں درج ہیں۔ ایک کتاب کیمیا اور جفر و رمل پر لکھی۔ ان کے شاگرد مشہور و معروف کیمیاگر جابر بن حیانؔ کو جو یورپ میں جبر کے نام سے مشہور ہے جابر صوفی کا لقب دیا گیا تھا اور ذوالنون مصری کی طرح وہ بھی علم باطن سے ذوق رکھتا تھا جو ابن القفطی کے خیال کے مطابق عین تصوف ہے (سیمیا و کیمیا و لیمیا کس نداند بجز ذات اولیاء)

صوفی اولیاء کے سیر و سوانخ سے اور زیادہ قوی شہادت بہم پہونچ سکتی ہے۔ ابراہیم ادہم کے حالات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ جب کہ وہ جنگل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵)

ہو جائے۔ کثرت کے تصور سے جو عقلی مشکلات فلاسفہ کو اکثر پیش آئی ہیں ان سے بچنے کے لئے فلسفہ اشراقیہ جدیدہ کے پیروؤں نے مسئلہ انفصال کو اصول ہمہ اوست کا سنگ بنیاد قرار دیا۔ اس مسئلہ سے مراد یہ ہے کہ کائنات مرئی کے جملہ شواہد خالق جلے الاطلاق سے ماخوذ ہیں اور اس کے مظاہر ہیں منہ

[1] تاریخ الحکمار صفحہ ۱۶۰ طبیعیات اور مذہب کا یہ امتزاج اُس متصوفانہ میلان کی مثال ہے جو ازمنہ وسطےٰ میں یورپ کے صوفیوں میں گھر کر گیا تھا۔ جابر بن حیان اور ذوالنون مصری کا رئیس الگزیا اور پیر میلس کے اس بارہ میں پیش رو ہیں منہ

جنگل میں سفر کر رہے تھے تو ایک شخص انھیں ملا جس نے انھیں اسم اعظم سکھلایا اور ادہم جب یہ نام زبان پر لائے تو انھیں حضرت خضر کی صورت نظر آگئی (رسالہ قشیریہ)

ذوالنون کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں اسم اعظم معلوم تھا اُن کے ایک شاگرد یوسف بن الحسین سنہ ۳۰۴ نے چاہا کہ یہ اسم ان سے سیکھ لے لیکن استاد کی آزمائش کے معیار میں پورا نہ اتر سکا (تذکرۃ الاولیاء) خاص خاص اسماء اور کلیات کا معجزنما اثر خرق عادات کا دیباچہ ہے۔ معرفت کی حقیقت پر ایک قبطی تصنیف ہے جس میں اسم اعظم کے رمز کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اسم ہے جسکی تائید سے سالک باقی تمام اسماء و رموز سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالنون اپنے عملیات میں افسوں اور بخور سے بھی کام لیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جب میں ذوالنون سے ملنے گیا تو دیکھا کہ سونے کا ایک کشکول اُن کے سامنے رکھا ہوا ہے اور عود و عنبر کی دھونی اوٹھ رہی ہے اور جب میں اندر داخل ہوا تو ذوالنون نے چین بر جبیں ہو کر کہا۔ کیا تو اُن میں سے ہے جو بادشاہوں کے حضور میں اُس وقت حاضر ہوتے ہیں جب کہ وہ حالت بسط میں ہوتے ہیں (رسالہ قشیریہ)

غرض ذوالنون مصری راہب تھے۔ حکیم تھے۔ صاحب کرامت تھے قبطی النسل دنوبیای الاصل تھے اور نویں صدی عیسوی میں قبطیوں میں رہتے تھے اور جیسا کہ ان کے موجودہ ملفوظات اور جامی کی شہادت سے ظاہر ہے تصوف کے ماخذ اعظم وہی ہیں۔

اس مسئلہ پر کہ تصوف کی ابتدا کب اور کیونکر ہوئی بہت کچھ بحث کی گئی ہے اور مختلف و متضاد قیاسات اس کے متعلق قائم کئے گئے ہیں اور یہ امر چنداں تعجب خیز بھی نہیں کیونکہ کسی نے اب تک اس مسئلہ کے متعلق تاریخی پہلو پر نظر نہیں ڈالی لہ حالانکہ اس سے استدلال کرنا میری رائے میں کبھی سودمند نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اوس سے مستقل نتیجہ مترتب ہو سکتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تصوف کے اصول ویدانت کے اصول سے ملتے جلتے ہیں لیکن یہ عقیدہ کہ آیا تصوف ویدانت سے ماخوذ ہے یا نہیں اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا۔ جب تک تاریخ سے مدد نہ لیجاوے۔ اس کا یہ طریقہ ہے کہ اول یہ دیکھا جائے کہ جب تصوف کی ابتدا ہوئی تو اسلامی تخیل پر ہندوستانی تخیل نے کیا اثر ڈالا تھا۔ دوسرے اس امر پر غور کیا جائے کہ تصوف کے نشو و نما کے متعلق جو واقعات مسلم و متحقق ہیں وہ کہاں تک اس کے ہندی الاصل ہونے کے موید ہیں۔ اسی طرح اس قیاس کی نسبت کہ تصوف ایرانی دماغ کا ماحصل ہے اول یہ ثابت کرنا چاہئے کہ جن لوگوں نے خاص خاص متصوفانہ عقائد کی اشاعت کی وہ ایرانی النسل تھے۔ لیکن ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ

لہ البتہ جرمنی کے ڈاکٹر ہرکس اس سے مستثنیٰ ہیں جنھوں نے ابو سلیمان دارانی کے زمانہ تک اسلامی تصوف کے نشو و نما پر مورخانہ نظر ڈالتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کے متصوفانہ عقائد فلسفہ یونان سے ماخوذ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب دیکھنے سے پہلے میں نے اس مسئلہ پر بطور خود نظر ڈالی تھی اور جن نتائج کا اخراج انھوں نے کیا ہے وہی میں نے بھی مستنبط کئے تھے ۱۲ منہ

اقول یہ رائے اور تحقیق مین ہمارا مدعا ہر علیہم السلام

یہ امر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ معروف کرخی ایرانی الاصل تھے لیکن تصوف کے اصول مختصہ کی تدوین اول اول ابوسلیمان الدارانی اور ذوالنون مصری کے جانشینوں نے کی اور یہ وہ لوگ تھے جن کی عمریں شام و مصر میں گذریں اور جن کی رگوں میں ایرانی خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔

فلسفہ اشراقیہ جدید اور تصوف میں جو حیرت انگیز مطابقت پائی جاتی ہے (اور یہ وہ مطابقت ہے جو تصوف اور ویدانت کے تطابق باہمی سے بھی زیادہ اشبہ اور اقرب ہے) بجائے خود اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ ایک مذہب دوسرے مذہب سے ماخوذ ہے۔ لیکن پھر بھی مجھے یقین ہے کہ فلسفہ اشراقیہ جدید کا تصوف کے ساتھ تاریخی رشتہ ضرور ہے اور میں اپنے اسی یقین کے بعض وجوہ ذیل میں قلمبند کرتا ہوں۔

تذکرۃ الاولیاء اور دوسری تصانیف کے مطالعہ سے یہ صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ تصوف کا وہ پہلو جس کا مقصود بجائے زہد و رضا کے معرفت ذات باری ہے ترقی کر کے ۱۹۸ھ اور ۲۴۷ھ کے درمیان پچاس سال میں منتہائے کمال کو پہونچ چکا تھا۔ اس نصف صدی میں جو مامون معتصم۔ واثق و متوکل کا زمانہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مغربی ایشیا پر یونانی میل نے عموماً اور فلسفہ اشراقیہ جدید نے کیا اثر ڈالا۔

اس زمانہ میں مسلمانوں پر یونانی تہذیب کا پرتو جس طرح پڑا اس کا اعادہ تحصیل حاصل ہے۔ ہر وہ شخص جس نے تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے جانتا ہے کہ یونانی علوم وفنون کی ندی جو الٹی

چڑھی ہوئی تھی سرزمین عراق کی طرف تین سمت سے موجیں مارتی ہوئی بڑھی۔ شام مسیحی خانقاہوں سے خوزستان کے ایرانی دارالعلوم واقع جندی سابور سے اور مسوپوٹیمیا کے مشہور مرکز علم حران سے جو شامی بت پرستوں یعنی صابیوں کا گھر تھا۔ فلاسفہ واطبا و علماء یونان کی کثیر التعداد تصانیف کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ جنھیں لوگوں نے ذوق وشوق سے پڑھا اور یہی تراجم جدید اکتشافات کی بنا قرار پائے۔ غرض اسلامی علوم و فنون اور فلسفہ کا سنگ بنیاد حکمت یونان ہے۔

اسلامی فلسفہ کی مجلس کا صدر فلاطون نہیں ہے بلکہ ارسطو ہے لیکن عربوں کو اصول مشائیہ اول اول اشراقین جدید کی شرحوں کے ذریعے معلوم ہوئے۔ اور جن فلاسفہ کا رنگ اسلامی فلسفہ میں صاف نظر آرہا ہے وہ پلاٹنس۔ فرفوریوس اور پراکلس ہیں۔ کتاب الٰہیات ارسطو جو نام کو ارسطو سے منسوب کی جاتی ہے اور جس کا ترجمہ بروایت ڈاکٹری ۸۴۰ء میں بزبان عربی ہوا۔ حقیقت میں فلسفہ اشراقیہ جدید کا ایک دستورالعمل ہے۔ بہرحال ہمارا مقصد یہاں اس امر کا اظہار ہے کہ فلسفہ اشراقیہ جدیدیہ کے عقائد نویں صدی عیسوی کے نصف اول میں عام طور سے شایع ہو چکے تھے اور ہر تعلیم یافتہ مسلمان کی دسترس کے اندر تھے۔ اور یہ وہ سرزمین تھیں جو کئی صدیوں سے تصوف اور ہمہ اوست کے مسلک کا گھر بنی ہوئی تھیں۔ اور اشراقیین جدید پیروان طریقت اور یہ اور مسیحی ملاحدہ کا ملجا و ماوٰی تھیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز پر چند تصانیف جو اب تک کنج خمول میں پڑی ہوئی تھیں یک بیک دنیا کے سامنے آئیں

ادعا کے ساتھ پیش کی گئیں کہ ان کا مصنف یونان کی مشہور علمی و سیاسی مجلس اریوپیگس کا رکن ڈائیونیسس ہے جو سینٹ پال کی تلقین سے مشرف بمسیحیت ہوا تھا۔ عام طور پر ان تصنیفات کے متعلق یہ خیال کیا گیا ہے کہ ان منسوبات کا اصلی زمانہ تصنیف یہی زمانہ تھا اور کسی شامی راہب نے جو غالباً پراکلس سے نسبت تلمذ رکھتا تھا انھیں تصنیف کیا ہوگا۔ اس قیاس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ اگرچہ اہل مشرق نے ان تصانیف کا خیر مقدم عام طور پر نہایت اشتیاق سے کیا لیکن دنیا کے سامنے ان کے پیش کرنے والے اور ان کی تائید و توثیق میں خصوصیت کے ساتھ اظہار جوش و خلوص کرنے والے اہل شام ہی تھے ڈائیونیسس کی ان منسوبات کے حقیقی مصنف نے اپنے استاد کا نام ہیروتھیوس بتایا ہے اور فراتھگم ثابت کرتا ہے کہ ہیروتھیوس اور اسٹیفنس بارسوڈیلی جو مشرقی شام کا ایک سربرآوردہ صوفی اور یعقوب سروجی (سنہ ۴۵۱-۵۲۱) کا معاصر تھا دو جدا جدا شخص نہ تھے بلکہ ایک ہی تھے۔ اس اسٹیفنس کی دو تصانیف "عشقیہ مناجات" اور "مبادی الٰہیات" کے بعض اجزا ڈائیونیسس کے مکتوبات میں بجنسہ محفوظ ہیں اور ایک کمل تصنیف موسوم بہ "مکتوبات ہیروتھیوس" درباره "اسرار و غوامض ربوبیت" کا ایک عجیب و غریب قلمی نسخہ ہم تک پہونچا ہے جو اس وقت برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ منسوبات ڈائیونیسس کا اصلی و حقیقی ماخذ کیا ہے۔ ان تصانیف کا ترجمہ لاطینی میں جان اسکوٹس اریجینا نے کیا جو قرون وسطےٰ میں مغربی تصوف کی بنا قرار پایا۔ مشرقی دنیا میں بھی ان کا اثر کچھ کم ہمہ گیر نہ تھا۔ چنانچہ ان کے

نمودار ہوتے ہی ان کا ترجمہ شامی زبان میں ہوگیا اور جو اصول وعقائد ان میں درج تھے وہ اہل ذوق کے نوک زبان ہوگئے جیسا کہ ان کثیر التعداد شرحوں اور حاشیوں سے ثابت ہوتا ہے جو شامی مصنفین نے ان پر قلمبند کئے۔ ضرور ہے کہ ان مباحث کا چرچہ نویں صدی عیسوی میں ہوا ہو کیونکہ ان قلمی نسخوں کا یہی زمانہ ہے جو سہتو پولس (واقع فلسطین) سے اڈیسا کو بھیجے گئے۔ ۵۵۸ء تک نوبت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ کنار آب دجلہ سے لے کر تا بساحل اوقیانوس کوئی علم دوست شخص ایسا نہ تھا جو ڈایونیسس کی تحریرات کو مزے لے لے کر نہ پڑھتا ہو۔

لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ فلاسفہ اشراقیہ جدید کے معارف سے مسلمانوں کے لٹریچر ہی نے روشناس کرایا۔ پیشتر بیان کیا جاچکا ہے کہ شہر حران واقع مسوپوٹیمیا منجملہ ان شہروں کے تھا جن کے ذریعہ سے حکمت یونان کا خون اسلام کے بدن میں داخل ہوا اس شہر میں خاص ہر قوم کے لوگ آباد تھے جو حقیقت میں تو شامی بت پرست تھے لیکن نویں صدی عیسوی کے آغاز کے قریب اپنے آپ کو صابی کہنے لگے تھے تاکہ خلیفۃ المامون کی ایذا رسانی سے محفوظ رہیں جو بوجہ ان کے شرک وبت پرستی کے ان کے درپے آزار ہوگیا تھا۔ اس قوم کے بہت سے لوگوں نے تو اسلام یا عیسائیت قبول کرلی۔ لیکن ان کا جزو غالب اپنے قدیم مشرکانہ عقائد پر جما رہا۔ اور ان میں سے جو تعلیم یافتہ تھے اسی مذہبی فلسفہ کا اتباع کرتے رہے جو شہرستانی اور دوسرے مسلمان مصنفین کی رائے میں پراکلس اور امبلیکس کا جدید اشراقی مسلک ہے اور بس۔ اگرچہ صابی جماعت

جس نے بڑے بڑے فضلاء، حکماء اور علماء پیدا کئے ہیں۔ بغداد میں نویں صدی عیسوی کے خاتمہ سے پہلے آباد نہیں ہونے پایا تھے لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ صابی اور مسلمان حکماء میں تبادلۂ خیالات بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ مسلمانوں کو جہاں کہیں یونانی تمدن سے مٹ بھیڑ ہوئی انھوں نے فلسفۂ اشراقیہ جدید کی مذہب آلو حکمت کو اپنے حوالی میں سائر و دائر پایا۔

یونانی تمدن نے جن سرزمینوں میں اپنے قدم مضبوطی اور استحکام سے جمائے تھے وہ مصر اور شام تھیں اور یہ وہ ممالک ہیں جہاں اول اول اسلامی تصوف کا اٹھان ہوا جس شخص نے تصوف کے اس نشوونما میں سب سے بڑا حصہ لیا وہ ایک فیلسوف اور کیمیا گر بیان کیا جاتا ہے بالفاظ دیگر وہ حکمت یونان کے خرمن کا خوشہ چین تھا اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن خیالات کا اظہار اس نے کیا ہے وہ انہیں خیالات کا عکس ہیں جو ڈائیونیسٹس کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں تو اس نتیجہ کے بدیہی ہونے میں کلام نہیں رہتا کہ فلسفۂ اشراقیہ جدید اور تصوف میں ایک گہرا تاریخی تعلق ہے جو واقعات کہ اوپر بیان کئے جا چکے ہیں ان سے سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ مترتب ہو ہی نہیں سکتا۔ میں ڈاکٹر مرکس کا ہم صفیر ہو کر یہ تو نہ کہوں گا کہ صوفیہ کے عقائد کا سراغ حرفاً حرفاً ڈائیونیسٹس کی تصانیف میں مل سکتا ہے لیکن اس سے مجھے انکار نہیں کہ اسلامی تصوف زیادہ تر یونانی حکمت نظری کا ماحصل ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس ابتدائی زمانہ میں بھی نظام تصوف مطلقاً اور خالصاً یونانی نہ تھا کیونکہ چھ صدیوں کے مرور نے خود فلسفۂ اشراقیہ جدید میں بعض خارجی اجزا ملا دیئے تھے

یہاں اس کا موقع نہیں ہے کہ رفتہ رفتہ ہو سے قبل کے تصوف میں جو یونانی اور غیر یونانی اجزا شریک تھے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ معروف کرخی جس کی نسبت ابوالمحاسن نے لکھا ہے کان ابواہ من اعمال واسط من الصابئۃ۔ ان کے والدین صابی ... اور ضلع واسط کے رہنے والے تھے) غالباً منڈائی تھے۔ منڈائیوں کو جو قرآن مجید میں صابئین کے نام سے یاد کئے گئے ہیں مسلمان بوجہ انکی کثرت شست وشو کے المغتسلہ کہتے تھے۔ یہ لوگ اس مرطوب علاقہ میں رہتے تھے جو واسط اور بصرہ کے درمیان واقع ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام الحسیح تھا اور جیسا کہ اُن کے نام سے ظاہر ہے وہ ایک قدیم قوم کی یادگار تھے جسکا "ناسٹک" (اوریہ) تھا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ معروف کرخی خود منڈائی نہ تھے تو اس میں تو کلام نہیں کہ وہ ان صابئۃ البطائح کے اصول وعقائد سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ معروف کے ملفوظات سے ہے "چشم فرو خوابانید اگرچہ از نرسے بود و مادہ" (تذکرۃ الاولیاء) یہ قول منڈائیوں یا الکسائیوں کے اس عقیدہ کا پتہ دیتا ہے کہ ان لکونین ذکورا انثی (کتاب الفہرست ابن الندیم)

ابوالمحاسن کے قول کے موافق ابوسلیمان الدارانی بھی واسط کے رہنے والے تھے اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ ذوالنون کی نظروں میں مسئلہ معرفت کی بہت بڑی وقعت تھی۔ ابراہیم ادہم کے قول کے مطابق انسان کو درجہ زہد پر فائز ہونے کے لئے جن چھ عقبات کا طے کرنا لازمی ہے وہ ان سات پھاٹکوں کے مشابہ ہیں جن میں سے ہر ایک یونانی روایت

کے بموجب ایک سنتری کا پہرہ ہے جو روح کو نجات کے مقدس رستے میں ملتے ہیں اور صرف اوس شخص کے لئے کھولے جاتے ہیں جو علم باطن کا جاننے والا ہو۔ آگے چل کر ان سنتریوں کے نام شہوت۔ حسد اور اسی قسم کے دوسرے جذبات سیئہ رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ ناسسٹزم (عقائد ادریہ) نے موسویت و مسیحیت اور ساتھ ہی یونانی حکمت سے اثر پذیر ہو کر تصوف کی بنا میں حصہ لیا اور ان دونوں طریقوں میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ اگر اس بارے میں مزید تحقیقات کی جائینگی تو بہت سی نئی باتیں معلوم ہونگی۔ اتنا البتہ یقینی ہے کہ جس تمدنی مرسوم میں اسلامی تصوف نے جنم لیا اس سے اس کا ہندی یا ایرانی الاصل ہونا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ یہ یونانی تخیل اور مشرقی مذہب خصوصاً فلسفہ اشراقیہ جدیدہ اور عقائد ادریہ کے باہمی میل کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہی کہ ان میں سے کم از کم دو مسالک پر ایرانی ہندی تخیل کا اثر پڑا ہو لیکن یہ ایک دقیق عقدہ ہے جو ابھی حل نہیں ہوا اور شاید کبھی بھی حل نہ ہو۔ ہندی تخیل کا اسلامی تصوف پر براہ راست جو اثر پڑا اگرچہ اسکے اہم ہونے میں کلام نہیں لیکن تاریخی لحاظ سے اس اثر کو یونانی اور شامی اثرات سے موخر اور ان کا تابع سمجھنا چاہیئے۔

عبدالسلام مبارک پوری

اصلاح:۔ اس تحقیقات سے جو ایک جرمنی عالم کی تحقیقات ہی اور **ظفر علی خاں بی اے** نے دکن ریویو میں نقل کیا اور اوس سے مولوی عبدالسلام صاحب مبارکپوری نے اور اہل حدیث نے

شایع کیا۔ بخوبی معلوم ہوا کہ اس تصوف کی ابتدا فلسفہ یونان اور زردشتیوں اور برہمنوں سے ہے نہ اسلام سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ موجد اس کا **ذوالنون** مصری ہے جو ایک بڑا فیلسوف حکیم اور ساحر تھا تو پھر اس میں کس کو شک ہو سکتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی جو ایک مجہول النسب شخص ہیں اور ایران سے آکر بغداد میں سکونت پذیر ہوئے اونھیں لوگوں سے ہیں جنھوں نے فن سحر میں عجم میں مہارت پیدا کی ہو اور یہاں آکر کچھ شعبدے دکھائے ہوں اور حضرات اہلسنت نے جو ہمیشہ عجائب پرست رہے اُن کو یہ درجہ دیا ہو جس سے وہ قطب الاقطاب اور غوث الاعظم سمجھے گئے۔

بہرحال اس جرمنی عالم نے جو یہ لکھا ہے "اس قیاس کی نسبت کہ تصوف ایرانی دماغ کا ماحصل ہے اول یہ ثابت کرنا چاہیے کہ جن لوگوں نے خاص خاص متصوفانہ عقائد کی اشاعت کی وہ ایرانی النسل تھے"۔

اگر ہر جگہ نہ ثابت ہو سکے تو شیخ عبدالقادر جیلانی میں تو یقیناً ثابت ہے کہ وہ ایرانی نسل سے تھے ان کے باپ جنگی دوست تھے اور جب وہ بغداد میں آئے ہیں تو اٹھارہ برس کے تھے۔ اگرچہ مقام ولادت معلوم نہیں۔ مگر جیلانی نسبت تو بتا رہی ہے کہ وہ گیلان کے رہنے والے ہیں جو ملک ایران کا ایک صوبہ یا شہر ہے۔ پھر اکابر بغداد کا کہنا کہ عجمی مرد کے پاس چلو صاف بتا رہا ہے کہ وہ لوگ ان کو عجمی جانتے تھے اور عجم کا عام طور سے شعبدہ بازوں کا مسکن ہونا تمامی اہل تواریخ کے نزدیک مسلم ہے۔ پھر کس کو اسمیں شک ہو سکتا ہے کہ انھوں نے شعبدہ اور سحر وغیرہ کی وہاں ابتدائی تعلیم پائی اور پھر بغداد آکر بہت سے صوفیوں سے ملے جو فن شعبدہ اور سحر میں ماہر تھے۔

ان سب باتوں کے ساتھ چونکہ خارجیت و ناصبیت بھی ان میں شامل تھی اس لئے اور ان کو فروغ ہوا۔ کیونکہ عوام کا عام مذاق اوس وقت یہی تھا۔ جس پر معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے سنہ ۲۸۴ھ میں ایک فرمان کے ذریعہ سے معویہ کی لعنت کا عام حکم دینا چاہا۔ مگر وزرار کی رائے سے ملتوی کرنا پڑا۔ جس سے عوام کا میلان اس طرف ظاہر ہے۔ دوسری طرف خلافت عباسیہ اس کی مزاحم ہے جس سے علماء اوس زمانہ کے حسب خواہ سلطنت اس ہوا کو دبا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں عبدالقادر کا یہ فتوےٰ دینا کہ معویہ خلیفہ بحق ہے۔ نہایت کارگر ثابت ہوا ہوگا اور ان کی خوب شہرت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ یہ عین خواہش عوام کے مطابق تھی۔ چنانچہ مولوی وحید الزماں صاحب ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں صفحہ ۹۴

فمعاویۃ ومن بعدہ ملوکٌ لا خلفاء وخالف فیہ شیخنا عبد القادر الجیلانی فقال خلافۃ معویۃ ثابتۃ بعد موت علی وبعد خلع الحسن بن علیؑ ولعلہ اراد بالخلافۃ الحکومۃ لان الذی یظہر من نص الحدیث ہو ان بعد الحسن بن علی ملکٌ عضوض ولما حزن النبی من رویۃ بنی امیۃ وبنی المغیرۃ وقال ہما الاخبثان من قریش بنو امیۃ وبنو المغیرۃ فکیف تصیر حکومتہم خلافۃ شرعیۃ۔

یعنی معویہ اور جو اوس کے بعد خلیفہ ہوا وہ سب بادشاہ ہیں نہ خلیفہ مگر اسمیں شیخ عبدالقادر جیلانی نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ معویہ بعد وفات جناب امیرؑ و صلح امام حسنؑ خلیفہ تھا۔ مگر شاید شیخ نے خلافت سے حکومت کو مراد لیا ہو۔ کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے

کہ بعد امام حسنؑ زمانہ سلطنت گزندہ ہے اور حضرت کو خواب میں بنی امیہ کو منبروں پر دیکھکر رنج ہوا اور عمر نے کہا کہ آیہ وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ نازل ہوا اس بارے میں کہ بنی امیہ و بنی مغیرہ سے جہاد کیا جائے اور یہ بھی کہا کہ وہ دونوں قریش کے افجر قبیلہ ہیں۔ پھر اونکی حکومت خلافت شرعیہ کیونکر ہوسکتی ہے۔

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ حقیقت خلافت معویہ کے مروج یہی شیخ عبدالقادر جیلانی ہوئے ورنہ ان کے قبل سب معویہ کو ناجائز خلیفہ جانتے تھے۔ تو اب بخوبی معلوم ہوا کہ یہ سب تعریف و توصیف جو شیخ عبدالقادر کی جاتی ہے اور غوث الاعظم یا قطب الاقطاب بنائے جاتے ہیں اوسکی اصلیت یہی ہے کہ اسی اقرار خلافت معویہ سے یہ درجہ اونکو ملا۔

دوسری خدمت اونھوں نے یہ کی کہ بدعت عید عاشورا کو انھوں نے جاری کیا۔ کیونکہ خلفاے بنی عباس کے دور حکومت میں یہ بدعت مٹ چکی تھی۔ تمام اسلامی ممالک میں روز عاشورا حزن وغم کا روز قرار پاچکا تھا مگر اونھوں نے اپنی کتاب **غنیۃ الطالبین** میں بہت سی احادیث موضوعہ کو اس بارے میں بھردیا کہ یہ روز عید ہے۔

اسی خدمت نے ان کو یہ درجہ دیا کہ کل اعداء اللہ سے ان کا درجہ بڑھا دیا گیا اور **بڑے پیر** اور **غوث اعظم** کا خطاب دیا گیا۔ حالانکہ وہ ایک ایسے شخص تھے جن کو نہ حدیث موضوع کی شناخت تھی نہ صحیح کی بلکہ تمام تر موضوعات سے اپنی

غنیتہ الطالبین کو بھر دیا ہے۔
درحقیقت یہ جتنے اولیاء اللہ بنائے گئے ہیں اون کی غرض یہ تھی کہ زمانہ کو معرفت امام زمانہ سے محروم رکھیں۔ کیونکہ خلافت پر تو بنی امیہ و بنی عباس کا قبضہ تھا۔ رہ گئے علوم ظاہری اوس کے لئے ابو حنیفہ وغیرہ قائم کئے گئے کہ دین کے مسائل اون سے دریافت کرو۔ مگر حضرات ائمہ اطہار کے علوم اور خوارق عادات و معجزات و کرامات ایسے تھے کہ سب کی گردنیں خم ہو جاتیں اور تسلیم کرنا پڑتا کہ علوم خیر المرسلین کے یہی وارث ہیں۔ اسی مرجعیت کے مٹانے کے لئے ایسے شعبدہ باز اور ساحر مقرر کئے گئے کہ روز مرہ نئے کرتب دکھایا کریں اور خلایق کی مرجعیت کو اون حضرات کی طرف سے روکیں۔
ابتدا میں جتنے صوفی تھے وہ سب ناصبی تھے اور پکے دشمن اہلبیت طاہرین۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں فرماتے ہیں صفحہ ۳۰۶ باقی ماند آنکہ جمعی در عراق از اہل ایں معنی باسم صوفی مسمیٰ شدند ظاہر الشان ترک اکساب۔ و صوف پوشی و تعمق در عبادات بود اصل ایں چیزہا در حروریہ موجود بود نہ در صحابہ و چوں حضرت تعنی حروریہ را بر انداخت و مصداق حدیث یا علی تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علیٰ تنزیلہ بظہور رسید بایں سبب احوال ظاہرہ حروریہ متحول شد بظاہر صوفیہ۔
جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ ابتدائے تصوف خوارج سے ہوئی اور وہی خوارج بعد جنگ نہروان صورت صوفیہ میں آئے اور اولیاء اللہ مانے جانے لگے۔

پھر لکھتے ہیں صفحہ ۲۹۹

"اتصال سلاسل بحضرت مرتضیٰ امریست مشہور بر السنہ صوفیہ و نزدیک تفتیش آں را اصلی ظاہر نمی شود۔"

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

پیدائش آپ سنہ ۴۷۰ھ میں اور بروایت خزینۃ الاصفیا (جلد ۱ صفحہ ۹۴) یکم رمضان سنہ ۴۷۱ھ کو گیلان میں پیدا ہوئے جو طبرستان کے قریب ایران کا ایک علاقہ ہے۔

نسب آپ ایک ایسے باپ کے بیٹے ہیں جس کا پتہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں۔ عوام نے آپ کو سادات حسنی سے مشہور کیا ہے اور سلسلہ نسب اس طرح جوڑا ہے ابو محمد محی الدین عبدالقادر ابن سید ابی صالح الملقب بہ جنگی دوست موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسنؑ بن علی بن ابی طالب۔ مگر علمائے انساب میں سے کسی نے آپ کو سادات میں شمار نہیں کیا ہے۔

احمد بن علی بن الحسین الحسینی نسابہ نے عمدۃ الطالب (مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱۲) میں لکھا ہے کہ عبدالقادر جیلانی کا نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ عبدالقادر بن محمد جنگی دوست[1] بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن الرومیہ[2] (بن موسیٰ بن عبداللہ الخ) مگر خود شیخ عبدالقادر

---

[1] عمدۃ الطالب کے حاشیہ پر بجائے جنگی دوست کے جنگ دوست بھی لکھا ہے یعنی چنگ کو دوست رکھنے والا جو ایک قسم کا باجہ ہے۔ ۱۲

[2] والدہ ان کی ام ولد رومیہ اور والد داؤد بن موسیٰ تھے۔ ۱۲

نے اس نسب کا دعوے نہیں کیا۔ نہ اُن کے بیٹوں نے۔ بلکہ سب سے پہلے اُن کے پوتے قاضی ابو صالح نصر بن ابو بکر بن عبدالقادر اس کے مدعی ہوئے۔ مگر کوئی دلیل و گواہ (اس کے ثبوت میں) نہ لاسکے۔ اور نہ کسی اہل نسب نے اس دعوے کو تسلیم کیا حالانکہ عبداللہ بن محمد بن یحییٰ مرد حجازی ہیں جو ملک حجاز سے باہر نہیں گئے اور یہ نام جنگی دوست عجمی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ بہر حال چونکہ نسب بغیر بینہ صالحہ عادلہ کے ثابت نہیں ہوسکتا جس سے قاضی ابو صالح عاجز رہے۔ اور پھر خود شیخ عبدالقادر اور اُن کے بیٹوں نے بھی یہ دعوے نہیں کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ نسب بالکل غلط ہے

رسالہ صوفی نسب جلد ۳ ص ۶ میں ہے جو بہ سرپرستی خواجہ حسن نظامی صاحب پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے شایع ہوتا ہے۔

سوم پیر حقیقت حضرت خواجہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ ولدیت آپکی قدم بقدم حضرت عیسیٰ کے ہے یہ سلسلہ نسب آپ کا حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے۔

صاحب قلائدالجواہر جس نے آپکی فرضی کرامات سے اپنی کتاب کو بھرا ہے لکھتا ہے کہ "آپ کے شیخ شیخ حماد فرماتے تھے کہ اس عجمی (عبدالقادر) کا مرتبہ بہت عالی ہوگا حتیٰ کہ اس کا قدم اولیاء زمانہ کی گردن پر رکھا جائے گا۔" اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ سید نہ تھے ورنہ شیخ حماد نے بجائے عجمی کے سید یا شریف کہا ہوتا۔

بغداد میں جس بُرج میں آپ سکونت رکھتے تھے اب تک برج عجمی کے نام سے مشہور ہے (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۹۵) اس سے معلوم

ہوا کہ آپ خاص بغداد میں عجمی ہی مشہور چلے آتے ہیں۔

مولوی عبدالحق مولف تفسیر حقانی اپنی تفسیر کی جلد اول میں جو مقدمہ کے نام سے مشہور ہے۔ ص ۱۴۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ مولوی ابوالمنصور نے (جو دہلی میں سنیوں کے بڑے مولوی اور عیسائیوں سے مناظرہ کرنے میں امام تھے) اپنے رسالہ کشف ص ۱۹ میں حضرت غوث الاعظم کو بت پرستوں اور یہود کا چوہدری اور مکار لکھا ہے۔

سید احمد بن محمد الحسینی نسابہ اپنی کتاب شجرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ:- اعلموا ان معتقد بعض الناس ان عبد القادر الجیلانی الذی ھو مدفون ببغداد والعامۃ یزعمونہ صاحب مقامات وکرامات بل من جملۃ الواصلین الی الحق واشتہر عندھم بعلم الشرق قد کان من جملۃ اولاد محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ الجون بن عبد اللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابیطالب) مستدلا علی ذلک ببیت شعر یرویہ عنہ رجل نصرانی ومضمون ذلک البیت انا من ولد خیر الحسنین وقد انکرہ جمہور علماء الانساب وقالوا لم یعلم عن احد النقل بکون الرجل من جملۃ السادات بل قال بعضھم ان الرجل نفسہ ایضاً لم یدع ذلک ولا ادعا بالنسبۃ الیہ احد رغیرہ مدۃ حیاتہ وان اول من اظہر ھذہ الدعوی الباطلۃ ھو نصر بن ابی بکر بن الشیخ عبد القادر المذکور - یعنی سید احمد بن محمد نسابہ اپنی کتاب شجرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ واضح ہو کہ بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ عبدالقادر جیلانی جو

جو بغداد میں مدفون اور عامہ اُن کو صاحب مقامات وکرامات بلکہ خدا تک پہونچا ہوا خیال کرتے ہیں اور وہ اُن میں علم الشرق کے لقب سے مشہور ہیں۔ سید محمد بن داؤد کی اولاد سے تھے اور ثبوت میں ایک شعر پیش کرتے ہیں جو ایک مرد نصرانی اُن سے روایت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد سے ہوں۔ لیکن تمام علمائے انساب نے (عبدالقادر جیلانی کے) اس نسب سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی نے بھی نقل نہیں کیا کہ یہ شخص سادات سے تھا بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ خود اس شخص نے کبھی سید ہونے کا دعوے نہیں کیا اور علاوہ اُس کے اُس کی حیات میں کسی اور نے بھی اُسے سادات کیطرف نسبت نہیں دی۔ اول جس نے کہ یہ دعوے باطلہ کیا وہ نصر بن ابی بکر بن شیخ عبدالقادر مذکور تھا۔ انتہیٰ

صاحب شجرۃ الاولیاء کی اس عبارت سے امور ذیل پایہ ثبوت کو پہونچتے ہیں۔

(۱) عبدالقادر جیلانی صرف بعض آدمیوں کے اعتقاد میں سید تھے مگر اصل میں سید نہ تھے۔

(۲) صرف عوام الناس نے ان کو صاحب مقامات وکرامات بلکہ خدا تک پہونچا ہوا گمان کیا ہے اور ان میں علم الشرق مشتہر ہو گئے ہیں مگر خواص نے ان کو کچھ بھی نہیں سمجھا کیونکہ اصل میں کچھ بھی نہ تھے۔

(۳) بعض جو ان کو سادات کی طرف منسوب بھی کرتے ہیں تو صرف ایک شعر کے بھروسہ پر جس کا راوی ایک مرد نصرانی ہے۔ حالانکہ مسلمان علماء نصرانی کی روایت قابل اعتماد نہیں سمجھتے اور وہ نصرانی بھی اکیلا

(۴) تمام علمائے نسب نے اُنکی سیادت کا انکار کیا ہے۔
(۵) نہ خود عبد القادر نے اور نہ اُن کی زندگی میں کسی اور نے ان کے سید ہونے کا ادعا کیا۔
(۶) ان کا پوتا نصر سب سے پہلے سیادت کا مدعی ہوا اور خواہ مخواہ سید بن بیٹھا۔

ان شہادتوں سے بالکل ثابت ہو گیا کہ آپ صرف ایک مرد عجمی تھے (سادات سے ان کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور جو لوگ ان کو سید بناتے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ او لٹے شیخ صاحب کو گالیاں دیتے ہیں۔

ہمیں کمال اشتیاق تھا کہ آپ کی ایک کامل سوانح عمری ہدیہ ناظرین کرتے۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی ذریعہ ایسا دستیاب نہ ہو سکا۔ جس سے سچے سچے حالات زندگانی آپ کے معلوم ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کے معاصرین علمائے مسلمین نے آپ کو کسی شمار میں نہیں سمجھا۔ کتب رجال و تواریخ میں کہیں آپ کے حالات قلمبند نہیں کئے۔ ابن خلکان تک نے جس نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان مشاہیر اسلام کے حالات سے مخصوص کی ہے اور جو آپ سے ایک سو بیس برس بعد مرا ہے آپ کو اپنی تاریخ میں جگہ دینے کے قابل نہیں سمجھا۔ غرض سادات۔ فقہا محدثین مفسرین کسی طبقہ کے علماء و مشاہیر کی فہرست یا کتب رجال میں آپ کا پتہ نہیں لگتا۔

آپ کے معاصر نقاد رجال علامہ ابن جوزی جو ۵۰۹ھ ہجری میں پیدا اور ۵۹۷ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ حالانکہ آپ کے ہم مذہب

حنبلی تھے آپ سے نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی اسماء الرجال مشکوٰۃ میں بذیل ذکر ابن جوزی لکھتے ہیں۔

ثم کان فی بغداد فی زمن سیدی الشیخ محی الدین عبد القادر
الجیلانی وکان محروماً من صحبتہ وحسن عقیدتہ وکان یسلک
معہ رضی اللہ عنہ طریقۃ الاجتناب والاستنکار۔

یعنی ابن جوزی بھی بغداد میں عبد القادر کی صحبت میں نہ آتے تھے
نہ اُن سے حُسن عقیدت رکھتے تھے۔ بلکہ اُن سے اجتناب کرتے
اور اُنکی بزرگی کا انکار کرتے تھے۔ اور حیات ابن جوزی مطبوعہ لاہور
ص۱۹ میں لکھا ہے کہ امام یافعی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی حنبلی
اکثر شیخ محی الدین عبد القادر کی مخالفت میں طعن وتشنیع سے کام کیا
کرتے تھے اور بسا اوقات ان کی نسبت سخت وسست اور
دلشکن کرنے والے کلمات کہہ جایا کرتے تھے۔

البتہ طبقہ پیران نمی پرند مریدان می پرانند[1] کے حالات وکرامات کی
کتابیں جو خود اعتقادوں نے لکھی ہیں اُن میں آپکی بے شمار

---

[1] یعنی فرقہ صوفیہ جن کے نسبت اہل سنت کے حجۃ الہند شاہ ولی اللہ
صاحب اپنی کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں "رسوم صوفیہ ورسم تصوف
در زمان صحابہ وتابعین نبود۔ ترک اکساب ولباس مرقع وترک نکاح
ونشستن در خانقاہان دراں زمان عادت نداشتند ص۳۰۳ باقی ماند
آنکہ جمعے در عراق از اہل ایں معنی باسم صوفی مسمی شدند ظاہر ایشان ترک
اکساب وصوف پوشی وتعمق در عبادت در اصل ایں چیزہا در گروہ
خوارج موجود بودند در صحابہ۔ وچوں حضرت علی مرتضیٰ خروریہ را بر انداخت

کرامتیں اور بہت تھوڑے سے حالات ملتے ہیں۔ ناچار ہم ان ہی کتابوں سے اور آپکی بعض تصنیفات سے آپ کے بعض حالات وکرامات حوالہ قلم کرتے ہیں۔

آپکا مذہب صاحب خزینۃ الاصفیا (جلد ۱ ص ۹۴) لکھتے ہیں کہ آپ حنبلی شافعی تھے۔ بندہ کہتا ہے کہ دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اشعری حنبلی شافعی اور صوفی تھے۔ بلکہ صوفیوں کے امام۔ صوفیوں کا فرقہ قادریہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔

آپ امیر معاویہ کے محب صادق اور اون کے مذہب کے ترجیح کنندہ ہیں۔ آپ نے امیر معاویہ کو برخلاف قدیم عقیدے کے گروہ عامہ میں خلیفہ برحق منوا دیا[له] یوم شہادت حسینؑ کو روز عید

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵) و مصداق یا علی تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیله۔ بظہور رسید باین سبب احوال ظاہر حرقتی متحول شد بظاہر سوفیہ ص ۳۰ فراختر گویم کہ این عقیدہ است کہ یہود و نصارٰی ہم بہ آن قائل نیستند ص ۱۱۴

له قدیم الایام سے درمیان عوام وخلفاے وقت کا اختلاف چلا آتا تھا کہ معویہ کو ملعون سمجھیں یا اچھا۔ سب سے پہلے مامون نے معاویہ کو ملعون منوانے کا قصد کیا۔ پھر ۲۸۴ھ میں معتضد باللہ نے ایک فرمان معویہ کے ملعون ہونے کے بارے میں جاری کیا چنانچہ تاریخ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۵ میں ہے کہ معتضد نے اُس تحریر کے نکلوانے کا حکم دیا جو مامون نے معاویہ پر لعنت کرنے کے بارے میں لکھوائی تھی پس دیوان سے اُس کا نسخہ اُس کو لا کر دیا گیا اور تاریخ الخلفا ص ۲۵

قرار دے کر سنت یزید کو تازہ اور اپنے پیر زادہ کی روح کو مسرور کیا۔ اہلبیت رسولؐ اور اُن کے شیعوں سے دشمنی کر کے پیروان یزید

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) میں ہے کہ معتضد نے عزم کیا کہ منبروں پر معاویہ پر لعن کیا جائے۔ پس عبید اللہ وزیر نے اُسے اس امر سے خوف دلایا کہ عامہ میں اضطراب پھیل جائیگا مگر اوس نے التفات نہ کی اور ایک کتاب لکھی جس میں علیؑ کے بہت سے مناقب اور معاویہ کے مثالب لکھے۔ یزیدی بیچارے سلطنت کے دباؤ سے کچھ نہ کر سکے۔ اگرچہ معاویہ کا ایمان اون کے رگ و ریشہ میں دوڑا ہوا تھا۔ اس کے دو سو برس بعد جب بنی عباس کی سلطنت میں ضعف آگیا اور نومسلم ترکوں کا دور آیا عبد القادر بھی پیدا ہو گئے۔ انھوں نے بہت اچھا موقع پایا۔ معویہ کو خلیفہ برحق منوایا۔ چنانچہ مولوی وحید الزماں صاحب حیدر آبادی اپنی کتاب ہدیۃ المہدی ج ۱ صفحہ ۱۰۲ میں لکھتے ہیں کہ معویہ اور اُسکے بعد کے بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں مگر شیخ عبد القادر جیلانی نے اس میں مخالفت کی اور کہا کہ خلافت معویہ بعد شہادت جناب امیرؑ و خلع امام حسنؑ صحیح و ثابت ہے اور شاید مراد شیخ خلافت سے حکومت ہو کیونکہ نص حدیث سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کے بعد جو ہے وہ بادشاہ گزندہ ہے اور نیز اوس حدیث سے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے جب بنی امیہ کو خواب میں دیکھا تو محزون ہوئے اور عمر نے کہا کہ آیہ وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ درباہ جہاد بنی امیہ و بنی مغیرہ نازل ہوا۔ اور کہا کہ یہ دونوں فاجر قبیلے ہیں

کو خوش اور اپنی دنیا کو درست کرلیا - ثبوت آگے دیئے جائینگے

محی الدین کی وجہ تسمیہ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ آپ کو محی الدین اس سبب سے کہتے ہیں کہ میں ایک جمعہ کو بغداد سے شہر میں آتا تھا - ناگاہ راستہ میں ایک بیمار پر گذر ہوا جو نحیف اور متغیر اللون تھا - اُس نے کہا السلام علیک عبد القادر اور مجھے اپنے پاس بلایا - میں نے جواب دیا پاس گیا - کہا مجھے بٹھادو - میں نے بٹھادیا تو وہ تروتازہ اور تندرست و توانا ہوگیا - اُس کی صورت روشن اور رنگ صاف ہوگیا اور کہا مجھے پہچانتے ہو - میں نے کہا نہیں - کہا میں تمہارے جدکا دین ہوں - تمہارے سے پہلے نحیف اور بیمار بحالت زار ہو گیا تھا جیسا کہ تم نے دیکھا - اب خدائے تعالیٰ نے آپ کے وجود کی برکت سے دوبارہ زندہ کردیا - آپ محی الدین ہیں یعنی دین کے زندہ کرنے والے ۱۲

(بقیہ حاشیہ ص۳۷) یعنی بنی امیہ و بنی مغیرہ تمام قریش میں سب سے زیادہ فاجر ہیں - پھر ان کی حکومت خلافت شرعیہ کیونکر ہوسکتی ہے ۱۲

راقم کہتا ہے کہ اگرچہ یہ روایت صریح خوش اعتقادوں کی بندش معلوم ہوتی ہے مگر ایک طور پر عجب نہیں کہ صحیح بھی ہو کیونکہ جناب عمر کا جد جناب شیخ ہونا ثابت ہو چکا ہے اور مولوی ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں لکھا ہے کہ اصول و امہات مذہب اہلسنت حضرت فاروق سے لئے گئے ہیں اور معاویہ پورا پورا مقلد تھا جناب عمر کا اور پورا کرنے والا آپ کے ارادہ کو استیصال اہلبیت رسولؐ میں - جس غرض سے جناب ثانی نے بنی امیہ کو رسوخ و اقتدار

آپ جھوٹ بولنا ثواب سمجھتے تھے

آپ سنت بنی امیہ کو زندہ کرنے اور یزیدیوں کے خوش کرنے کے لیئے بنی امیہ کے زمانہ کی تیار کی ہوئی[1] صریح جھوٹی حدیثیں بیان کرنا اور اُن پر عمل کرنا کار ثواب سمجھتے تھے۔ آپ غنیۃ الطالبین (مطبوعہ لاہور ۱۳۰۵ھ) میں تحریر فرماتے ہیں: وکذلک یوم عاشوراء ولا یتخذ یوم مصیبۃ ولان یتخذ یوم عاشوراء یوم مصیبۃ لیس باولی من ان یتخذ یوم فرح وسرور لما قدمنا ذکرہ وفضلہ من انہ نجا اللہ تعالیٰ فیہ انبیائہ من اعدائہم واھلک فیہ اعدائہم الکفار من فرعون وقومہ وغیرھم وانہ تعالیٰ خلق السموات والارض والاشیاء الشریفۃ فیہ وآدم علیہ السلام وغیر ذلک وما اعد اللہ تعالیٰ لمن صامہ من الثواب الجزیل والعطاء الوافی وتکفیر الذنوب وتمحیص السیئات فصار عاشوراء بمثابۃ بقیۃ الایام الشریفۃ کالعید من

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) اور معاویہ کو شام کا دیار عطا فرمایا تھا۔ اس سبب سے دین معاویہ و دین عمر ایک ہی ہوا اور اس سبب سے جملہ "آپ اپنے جد کے دین کے زندہ کرنے والے ہیں" بالکل درست ٹھہرتا ہے ۱۲

[1] بطور نمونہ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغۃ ج ۴ صفحہ ۱۹۵ ملاحظہ ہو۔ جس میں لکھا ہے کہ معویہ نے ابوہریرہ۔ عمرو عاص۔ مغیرہ اور عروہ بن زبیر کو جھوٹی حدیثیں بنانے پر مامور کیا تھا ۱۲

والجمعة وعرفة وغيرها ثم لو جاز ان يتخذ هذا اليوم مصيبة لاتخذ لا الصحابة والتابعون لانهم اقرب اليه منا واخص به وقد ورد عنهم الحث على التوسع على العيال فيه والصوم فيه یعنی اسی طرح عاشوراء کا دن مصیبت کا دن نہ بنایا جائے اس دلیل سے جو ہم نے اُس کا ذکر اور بزرگی آگے بیان کی یہ کہ اللہ تعالے نے اس دن میں اپنے پیغمبروں کو اون کے دشمنوں سے نجات دی اور اس دن میں ہلاک کیا اپنے دشمنوں کافروں کو فرعون اور اس کی قوم اور اُن کے سوا اور کافروں کو۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور بزرگ چیزوں کو اُس دن میں پیدا کیا۔ اور حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور اُن کے سوا اوروں کو۔ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کے لئے جو روزہ رکھے بڑا ثواب اور بڑی بخشش اور گناہوں کا کفارہ اور برائیوں کا دور کرنا تیار کیا ہے۔ پس ہو گیا عاشوراء باقی اور دنوں کے برابر عیدین اور جمعہ اور عرفہ وغیرہ جیسا۔ پھر اگر جائز ہوتا کہ اُس کو ماتم کا دن بنایا جائے تو صحابۂ کرام اور تابعین اس کو بناتے۔ کیونکہ وہ اس کی طرف ہم سے زیادہ قریب تھے اور زیادہ خاص تھے بیشک اُن سے ترغیب وارد ہوئی ہے عیال کے کھانے میں فراخی کرنے پر اس دن میں اور اُس دن روزہ رکھنے پر۔ اور اسی کتاب کے صـ۵ میں فرماتے ہیں :- ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض مرضاً الا مرض الموت ومن اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه تلك السنة كلها ومن عاد مريضاً يوم عاشوراء فكانما عاد ولد آدم یعنی جو کوئی عاشوراء کے دن نہائے وہ سوائے مرض الموت کے کسی اور

بیماری میں مبتلا نہ ہوگا اور جو کوئی عاشورا کے دن سرمہ لگائے تو اُس سارے سال اُس کی آنکھ نہ دُکھے گی اور جو کوئی عاشوراء کے دن کسی بیمار کی عیادت کرے تو گویا اُس نے آدم کی تمام اولاد کی عیادت کی۔

پھر صفحہ ۵۸ میں ارشاد فرماتے ہیں :۔ وسعوا فیہ علی عیالکم ومن وسع علی عیالہ من مالہ فی یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور اس دن اپنے عیال پر فراخی کرو۔ ورجو کوئی اس دن اپنے اہل و عیال پر اپنے مال سے فراخی کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس پر تمام سال فراخی کریگا حالانکہ آپ ہی کے علماء نقاد نے احادیث فضائل عاشوراء کو کمذوبات و موضوعات میں شمار کیا ہے۔ صاحب لولو المرصوع فی مالا اصل لہ اوباصلہ موضوع نے لکھا ہے "ومنہا احادیث الاکتحال والتزیئین والتطیب یوم عاشوراء فمی من وضع الکذابین" یعنی روز عاشورا سرمہ لگانے زینت کرنے اور خوشبو لگانے کی جتنی بھی حدیثیں ہیں وہ سب کذابوں کی گڑھی ہوئی ہیں لولو المرصوع مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶

امام عبدالرحمن شیبانی اپنی کتاب تمیز الطیب من الخبیث میں تحریر فرماتے ہیں حدیث من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم یرمد عینہ ابدا" قال الحاکم انہ منکر قال شیخنا بل ھو موضوع اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات ۔ قال الحاکم والاکتحال یوم عاشوراء لم یرو عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیہ اثر وھی بدعۃ

ابتدعها قتلة الحسين عليه السلام (ص۲۰) یعنی یہ حدیث کہ "جو روز عاشوراء سرمہ لگائے تو اسکی آنکھ کبھی نہ دکھے" حاکم کہتے ہیں کہ منکر ہے۔ ہمارے شیخ کہتے ہیں بلکہ موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں وارد کیا ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ روز عاشوراء سرمہ لگانے کی کوئی حدیث نبی صلعم سے مروی نہیں ہے۔ ایسا کرنا بدعت ہے جو قاتلان امام حسین علیہ السلام کی نکالی ہوئی ہے۔

پھر بھی امام شیبانی اپنی اسی کتاب کے صا۲۱۶ میں لکھتے ہیں کہ حدیث "من وسع علی عياله فی يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها" اسانيده كلها ضعيفة واورده ابن الجوزی فی الموضوعات۔ یعنی یہ حدیث کہ "جو روز عاشوراء اپنے عیال پر فراخی کرے خداے تعالیٰ تمام سال اُس پر فراخی رکھے گا"۔ اس کی تمام سندیں ضعیف ہیں اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

صواعق محرقہ صا۱۱ میں ابن حجر ہیثمی نے اور سفر السعادت میں مجدالدین فیروزآبادی نے۔ دیکھو شرح سفر السعادت عبدالحق محدث دہلوی صا۵۴۲ و صا۵۴۳) لکھا ہے کہ جتنی حدیثیں فضائل روز عاشوراء میں مثل اس کے کہ اس روز حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے آگ سے نجات پائی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی نے جودی پر قرار پکڑا اور اسمعیلؑ کے لئے فدیہ آیا۔ اور رہائی پائی یوسفؑ نے قید سے۔ وغیرہ وغیرہ بیان کی جاتی ہیں سب غلط ہیں۔ کذابین نے وضع کی ہیں۔ اسی طرح وہ تمام حدیثیں

جو اس روز سرمہ لگانے غسل کرنے خوشبو لگانے ۔یوم عید سرور منانے اور اہل و عیال پر وسعت و فراخی کرنے کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں وہ سب گڑھی ہوئی ہیں۔ یہ بدعتیں قاتلان حسین کی ایجاد کی ہوئی ہیں ۔ان میں سے بعض اشقیاء نے اُن جناب کے خون سے سرمہ لگایا تھا۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے بھی صراحت کے ساتھ ایسی حدیثوں کو موضوع اور مفتری بتایا ہے ۔علامہ مقریزی نے اپنی کتاب المواعظ والاعتبار (مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸۵) میں لکھا ہے :۔ کانوا یتخذ ونه یوم حزن تتعطل فیه الاسواق ویعمل فیه السماط العظیم المسمی سماط الحزن وکان یصل الی الناس منه شئ کثیر فلما زالت الدولة اتخذ الملوک من بنی ایوب یوم عاشوراء یوم سرور یوسعون فیه علی عیالهم ویتبسطون فی المطاعم ویصنعون الحلاوات ویتخذون الاوانی الجدیدة ویکتحلون ویدخلون الحمام جریا علی عادة اهل الشام التی سنها لهم الحجاج فی ایام عبد الملک بن مروان لیرغموا بذلک آناف شیعة علی بن ابیطالب کرم الله وجهه الذین یتخذون یوم عاشوراء یوم عزاء وحزن فیه علی الحسین بن علی لانه قتل فیه ۔

(ترجمہ) مصر کے خلفائے بنی فاطمہ روز عاشوراء کو غم کیا کرتے تھے اس دن بازار بند کر دیئے جاتے تھے اور ایک بڑا دستر خوان تیار کیا جاتا تھا جس کو سماط الحزن کہتے تھے اور اسمیں سے بہت کچھ لوگوں کو بھیجتا تھا۔ پس جب دولت بنی فاطمہ کو زوال آیا اور

صلاح الدین نے مصر پر قبضہ پایا تو اُس نے اور اُس کے خاندان کے، بنی ایوب نے یوم عاشوراء کو خوشی منانی شروع کردی اُس روز وہ اپنے عیال پر فراخی اور اُن کے کھانے میں کشایش کرتے تھے۔ اور حلوے مٹھائیاں بناتے تھے۔ نئے نئے برتن خریدتے تھے۔ سرمہ لگاتے اور حمام میں جاتے تھے۔ جیسا کہ اہل شام کیا کرتے تھے اُس سنت کے موافق جو اُن میں حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کے عہد میں جاری کی تھی اور جسکی غرض یہ تھی کہ شیعیان علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو جلایا اور ذلیل کیا جائے جو یوم عاشوراء کو یوم غم مانتے اور غم کرتے تھے امام حسینؑ پر جو اس روز شہید ہوئے تھے۔

ان روایتوں سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت شیخ صاحب کو محی الدین اسی سبب سے کہا جاتا ہے کہ آپ سنت حجاج و بنی امیہ کے زندہ کرنے والے ہیں۔ ہم عموماً حضرات اہلسنت کو دیکھتے ہیں کہ جو شخص زیادہ ناصبی اور زیادہ دشمن اہلبیتؑ ہوتا ہے وہی ایسے برگزیدہ القابوں کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص۲۳۷ میں متوکل خلیفہ عباسی کے حال میں لکھا ہے۔ کہ فی سنۃ ست وثلاثین امر بھدم قبر الحسین وھدم ما حولہ من الدور وان یعمل مزارع ومنع الناس من زیارتہ وخرب وبقی صحراء وکان المتوکل معروفا بالنصب[1] یعنی ۲۳۶ھ

[1] اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے نصب مذہب محدث اصحابہ یسبون اھلبیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

میں متوکل نے حکم دیا کہ قبر حسینؓ اور اس کے گرد کے مکانات منہدم کر دیئے جائیں اور وہاں کھیتی کی جائے۔ اور لوگوں کو اوسکی زیارت سے منع کیا پس خراب کر کے میدان کر دیا گیا اور متوکل اہلبیت رسولؐ سے دشمنی رکھنے اور آپ کو سب وشتم کرنے میں مشہور تھا۔ علامہ مذکور اسی کتاب کے ۲۳۶ میں لکھتے ہیں کہ "متوکل کے عہد کے بعض علماؒ[1] نے کہا کہ الخلفاء ثلاثة ابوبكر الصديق في قتل اهل الردة وعمر بن عبد العزيز في رد المظالم والمتوكل في احياء السنة۔ خلیفہ تین ہیں ابوبکر اہل ردہ کے قتل کرنے میں اور عمر بن عبدالعزیز رد مظالم میں اور متوکل سنت کے زندہ کرنے میں جس کا صریح مطلب ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ یزید کے زمانہ میں امام حسینؑ زندہ تھے اس نے اُنھیں قتل کرا دیا۔ متوکل کے زمانہ میں وہ حضرت روضۂ مقدس میں آرام فرماتے تھے اُس نے روضۂ مبارک کو منہدم کرا کر سنت یزید کو زندہ کیا اور اسی سبب سے محی السنۃ کے لقب عالی کا مستحق ہوا۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ہم شیخ الاکبر محی الدین محمد بن علی العربی کو بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ اگرچہ ظاہر میں علی بن محمد کے بیٹے ہیں مگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت عبدالقادر جیلانی کے صلبی بیٹے ہیں۔ جناب شیخ نے اپنی کرامات

---

[1] متوکل کے عہد میں جو علماء تھے اُن میں ابوبکر بن شیبہ امام بخاری کے استاد بھی تھے جن کی مجلس درس میں تیس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے (تاریخ الخلفاء ۲۳۶)

سے اُن کو اپنی پشت سے نکال کر بجائے رحم مادر کے دوسرے
مرد کی پشت میں داخل کر دیا تھا۔ چنانچہ خزینۃ الاصفیاء جلد ۱
ص۱۱۳ میں مناقب غوثیہ سے نقل کیا ہے کہ محی الدین ابن العربی
کے والد علی بن محمد اول لاولد تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی عمر
پچاس سال کی ہوگئی اور کوئی اولاد نہ ہوئی آخر حصول اولاد کی
امید پر حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
استدعائے دعا کی۔ آپ نے دعا کی۔ ہاتف غیب نے آواز
دی کہ اس سائل کی قسمت میں اولاد نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی دوسرا
شخص اپنے حصہ کی اولاد اُسے عطا کر دے لہذا حضرت غوث اعظم
نے اپنی پشت علی بن محمد کی پشت سے مس کر کے فرمایا کہ ابھی
ہمارے صلب میں ایک فرزند باقی تھا وہ ہم نے تجھ کو بخشا (اس
وقت جناب شیخ صاحب کی عمر ۹۰ سال کی تھی) اب وہ فرزند
تیرے صلب میں چلا گیا اور تیرے گھر میں پیدا ہوگا ہم نے اُس کا
نام محمد رکھا اور لقب اپنا لقب محی الدین مقرر کیا۔ اور نیابت
غیبی میں درجۂ عظیم اور رتبۂ اعلےٰ پائیگا۔ شیخ علی آپ سے
رخصت ہو کر اپنے گھر آئے۔ اسی شب اُن کی زوجہ حاملہ ہوئیں
اور ۹ مہینے بعد محی الدین ابن محمد العربی پیدا ہوئے۔ اُن کے
والد اُن کو آپکی خدمت میں لائے۔ آپ نے نظر محبت سے
دیکھکر کہا یہ لڑکا ہمارا بیٹا ہے۔ انشاء اللہ ولی زمانہ وقطب یگانہ
ہوگا۔ ابن العربی اندلس کے شہر مرسیہ میں ۱۷ رمضان سنہ ۵۶۰ھ
کو پیدا اور ۲۲ ربیع الآخر سنہ ۶۳۸ھ کو بمقام دمشق فوت ہوئے۔
ان بزرگوار نے کھلے لفظوں میں یہ فتوے دیا کہ یزید امام برحق

تھا اور امام حسینؓ باغی تھے۔ آپ کا فتوے تھا ان یزید کان اماماً مطاعاً والحسین باغیا فقتل بسیف جدہ بتحقیق کہ یزید امام مطاع تھا اور حسینؓ باغی تھے پس وہ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے

شیخ الاکبر کا یہ فتوے نیز اس شرح شرح عقائد نسفی کے صفحہ ۵۵ پر اور ابن حجر مکی کی شرح قصیدہ ہمزیہ میں درج ہے۔ آپ کے اس فتوے سے ظاہر ہے کہ آپ یزید کو اپنا امام برحق جانتے تھے اور اُس سے محبت کرتے تھے۔ اور امام حسینؓ سے جو اُن کے امام برحق سے مخالف تھے باغی سمجھکر نفرت کرتے تھے۔ اُس کے انعام میں معاویہ اور یزید کی امت نے آپ کو محی الدین اور شیخ الاکبر کے جلیل القدر القابوں سے عزت بخشی۔

جناب قطب الاقطاب غوث الاعظم پیر دستگیر کو اپنے راس النخلہ جناب معاویہ اور اُن کے صاحبزادے یزید کی محبت اور پیروان یزید و معاویہ میں رسوخ حاصل کرنے کے اشتیاق میں صرف جھوٹی اور مصنوعی حدیثیں ہی بیان کرنے میں مشاق نہ رکھتے تھے بلکہ آپ کو جھوٹ بولنے میں ملکہ حاصل ہوگیا تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ فقد شبہت بمذاھب الروافض بالیھودیۃ توخر الیھود صلوٰۃ المغرب حتی تشتبک النجوم وکذلک الروافض یوخرونھا۔ والیھود تزول عن القبلۃ شیئاً وکذلک الرافضۃ والیھود تنود فی الصلوٰۃ وکذلک الرافضۃ والیھود تسدلوا ثوابھا فی

الصلوٰۃ وکذلک الروافض والیہود تستحل دم کل مسلم وکذلک الروافض والیہود تری علی النساء عدۃ و کذلک الرافضۃ (غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ص ۲۰۵)

(ترجمہ) رافضیوں کے مذاہب یہودی مذہب سے مشابہ ہیں تاخیر کرتے ہیں یہودی نماز مغرب میں یہاں تک کہ ستارے آپس میں جمع ہو جاویں۔ اور اسی طرح رافضی تاخیر کرتے ہیں نماز مغرب میں۔ یہود پھرتے ہیں قبلہ سے تھوڑا اور اسی طرح رافضی۔ اور یہود سر ہلاتے ہیں نماز میں اور اسی طرح رافضی اور یہود لٹکاتے ہیں کپڑے اپنے نماز میں اور اسی طرح رافضی (اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اُن کے مرید اُن کی روح پر فتوح سے مدد لے کر ہم کو سمجھا دیں) اور یہود حلال جانتے ہیں خون ہر مسلمان کا اور اسی طرح رافضی۔ اور یہود نہیں دیکھتے اوپر عورتوں اپنی کے عدۃ اور اسیطرح رافضی لہ

اب رافضی جناب پیر صاحب کے مریدوں سے درخواست کرتے ہیں کہ خواہ وہ ان تمام امور کو شیعیان علی بن ابیطالب علیہ السلام کی (جن کو انھوں نے روافض لکھا ہے) مذہبی کتابوں سے ثابت کر دیں کم سے کم کوئی ایک مسجد ہی قبلہ سے بال بھر ہٹی ہوئی

لہ آپکی ایسی ہی ایسی باتوں نے معاویہ شاہی گروہ میں آپکی حد درجہ کی عظمت و شہرت قائم کر دی ہے ناصبیوں نے آپکو اپنا امام اور دستگیر اور اس درجہ کا بڑا پیر مانا ہے کہ ماہ ربیع الثانی آپ کے نام سے معنون کر دیا ہے اور ہر مہینہ کی گیارہویں آپ کے فاتحہ کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۱۲

دکھلا دیں ورنہ ایسے جھوٹوں کے حق میں آیہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین ہی تلاوت کر دیں۔

لیکن ہم جناب شیخ کو معذور سمجھتے ہیں جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے بزرگان اسلاف بھی کچھ ایسی ہی خو دخصلت کے بزرگ تھے۔ حضرت ابوبکر نے حدیث نحن معاشر الانبیاء خلاف کلام خدا فی البدیہ گڑھ گڑھا کر مقدمہ فدک کو خارج کر ہی دیا۔ حضرت ابوبکر نے پہلے سقیفہ میں حدیث الائمۃ من قریش پیش کر کے خلافت حاصل کی اور عمر نے مرتے وقت تمنا ظاہر کی کہ اگر سالم غلام ابوحذیفہ زندہ ہوتا تو اُسے خلیفہ بنایا جاتا۔ حالانکہ سالم قریشی تو کجا عربی بھی نہ تھا بلکہ عجمی تھا۔ جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے لکھا ہے۔ جناب عثمان نے اصحاب رسولؐ سے اپنی بدعتوں کی اصلاح کا کئی مرتبہ وعدہ فرمایا۔ مگر ایک دفعہ بھی وفا نہ کیا۔ حضرت معاویہ نے ایک عہد نامہ پر دستخط کر کے جناب امام حسنؑ سے مصالحہ کیا۔ مگر عہد نامہ کی ایک شرط بھی پوری نہ کی۔ یہاں ہم نے مضمون کے طویل ہو جانے کے خوف سے صرف ایک ایک مثال دی ہے ورنہ ایسے ایسے واقعات سے کتب احادیث و تواریخ بھری پڑی ہیں۔ ہاں حضرت عمر کے ایک خط کے چند فقرے اور لکھے دیتے ہیں جو ناظرین کی توجہ اور دلچسپی کے لائق معلوم ہوتے ہیں۔

منشی محمد شفیع الدین خاں صاحب مراد آبادی رکن رائل ایشیاٹک سوسائٹی برطانیہ عظمےٰ و آئرلینڈ و رکن پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی نے ایک کتاب السنہ مشرقیہ لکھی ہے اُس میں صلا سے صھ۱ تک ایک پیام حضرت عمر کا نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت علیؑ کو انکار بیعت کرنے کے موقع پر ابوعبیدہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ اُس کے بعض فقرے یہ ہیں جن سے حضرت فاروق کے کمال ایمان کا پورا پورا پتا لگتا ہے۔

ماکان سکوت هذه العصابة
الی هذه الغایة لغی ولا شیٔ
وکلاهما الیوم لفتق اورتق
فقد جدع الله لمحمد صلعم
انف ذی کبر وقصف ظهر
کل جبار وقطع لسان کل کذب
فماذا بعد الحق الا الضلال
فما هذه الخنزوانة التی
فی فراس راسك وما هذه
المشیجی المعترض فی مدارج
انفاسك وما هذه الوحرة
التی اکلت شرا سیفك
والقذاة التی اغشت ناظریك
وما هذه الدمس والرنس
اللذان یدلان علی ضیق الباع
وخور الصیاع و ماهذا الذی
لبست بسببه جلد النمر۔

نہیں تھا سکوت اس جماعت کا بسبب
گمراہی یا کسی اور وجہ کے۔ اور آج
کلام اُس کا واسطے بست وکشاد
کے ہے۔ پس ہر آئینہ قطع کی اللہ نے
بذریعہ محمد صلعم کے ناک ہر متکبر کی اور
توڑی پشت ہر سرکش کی اور
کاٹی زبان ہر جھوٹے کی۔ پس نہیں
ہے بعد حق کے مگر گمراہی پس کیا
ہے یہ تکبر تمہارے سر میں اور کیا ہے
یہ مضائقہ وحذر جو پیش آرہا ہے
بیچ ترقیات انفاس تمہارے کے
اور کیا ہے یہ کیڑا جو کھا گیا ہے
تمہاری پسلیوں کی نوکوں کو۔ اور
کیا چیز پڑ گئی ہے تمہاری آنکھوں
میں جس نے تمہاری آنکھوں پر
پردہ ڈال دیا ہے۔ اور کیا ہے یہ
اخفاء اور ضرب کہ دلالت کرتے ہیں
اوپر عاجزی اور سستی کے اور کیا ہے یہ بات کہ جس کے سبب سے تم نے
چیتے کی کھال پہنی ہے۔

(۲) ولقد خرج رسول الله صلعم
والامر مقیل محبس لیس لاحد
فیه ملمس ولا مانس لمیبر

البتہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلعم
اس حال میں کہ امر (خلافت) مقید و
محبوس تھا نہیں تھا واسطے کسی کے

فیك قولا ولم یتنزل
فیك قرآن ولم یجزم
فی شانك حکما۔

اسمیں محل چھونے کا اور نہ جگہ دیکھنے کی
نہیں معلوم کیا گیا تمہارے بارے میں
کوئی قول اور نہیں اترا تمہارے بارے
میں قرآن اور نہ جزم کیا گیا تمہاری شان میں کوئی حکم۔

(۳) اتظن ان ابا بکر الصدیق
وثب علی ھذا الامر مفتاقا
علی ھذہ الامۃ خادعا لھا
متسلطا علیھا ترالا امتلخ
احلامھا واذاغ ابصارھا
وحل عقدھا واحال
عقولھا واستل من صدور
احمیتھا وانتزع من اکبادھا
عصبتھا وانتکث رشاھا
وانتضب ماءھا واضلھا
عن ھداھا وساقھا الی
رداھا وجعل نھارھا
لیلا ووزنھا کیلا ویقظتھا
رقادا وصلاحھا فسادا
فان کان ھکذا فان سحرہ
لمبین وان کیدہ لمتین کلا
واللہ بای خیل ورجل و
بای سنان ونصل وبای قوۃ

کیا گمان تمہارا یہ ہے کہ ابوبکر کو دیڑے
امر خلافت پر اس حال میں کہ متفرق
کرنے والے ہیں اس امت کو اسے
دھوکا دینے والے اور اُس پر تسلط
کرنے والے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ انھوں
نے چھین لیا اُن کے حلم کو اور پھیر
دیا اُنکی ابصار کو طریق حق سے اور
کھول دیا اُن کی بندش کو اور بدل
ڈالا اُنکی عقلوں کو اور نکال دیا
اُن کے سینہ سے محبت کو اور کھینچ
لیا اُن کے جگر سے عصبیت کو اور
ٹوٹ گئیں رسیاں اُس کی اور خشک
ہو گیا پانی اُس کا اور بھٹکا دیا اوسکو
طریق ہدایت سے اور چلایا اوسکو
طرف ہلاکت کے اور کر دیا دن کو رات
اور وزن کو پیمانہ اور بیداری کو نیند اور
صلاح کو فساد۔ اگر ایسا ہے تو سحر
اُن کا بیّن ہے اور مکر اُن کا مضبوط ہے

منه وبای ذخر وعدة و بای عشیرة واسرة وبای تلارع وبسطة ولقد اسیم صندت بما وسمته صنیع العقبة رفیع العتبة - لاوالله لکن سلا عنها فولهت به وتلامن لها فلصقت به دمال عنها فمالت الیه واشتمل دونها فاشتملت علیه حبوة حباه الله بها

ہرگز نہیں قسم خدا کی (انھوں نے) کون سے سواروں اور پیدلوں سے اور کون سے نیزہ اور تیر سے اور کون سی قوت اور ذخیرے اور سامان اور زور اور شدت سے اور کون سی جماعت اور حکومت اور زرہ پوشی سے (خلافت پر قبضہ پایا) اور ہو گئے وہ نزدیک تمہارے عظیم الشان اور رفیع المکان۔ قسم خدا کی یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بے پروا رہے۔ پس فریفتہ ہوئی اُن پر اور علحدہ رہے وہ اُس سے پس چمٹی وہ اُن کو اور اعراض کیا اُس سے پس مائل ہوئی وہ طرف اُن کے اور لپٹے وہ غیر اس کے سے پس لپٹی وہ اُنکو۔ ایک عطیہ ہے کہ عنایت فرمایا اللہ تعالےٰ نے اُن کو۔

(۲) ولطالما حلت قوته فی ایام رسول الله صلعم و هولا یلتفت الیها ولا یرتقب وقتها والله اعلم بخلقه وارأف بعباده یختار ما کان لهم خیرة وانه بعیث لا یجهل موضعك من بیت النبوة ومعدن الرسالة.

اور بسا اوقات اتری خلافت اوپر اُن کے ایام رسول اللہ صلعم میں اور وہ نہ التفات کرتے تھے اُس کی طرف۔ اور نہ منتظر تھے اُس کے وقت کے۔ اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے اپنی مخلوق کو۔ بہت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔ پسند فرماتا ہے واسطے اُن کے وہ شے کہ بہتر ہو اُن کے لئے

كهف الحكمة ولا يجحد حقك فيما آتاك ولكن لك من بين احبك بمنكب اضخم من منكبك وقرب اسنى من قربك وسن اعلى من سنك وشيبة اروع من شيبتك وسادة لها عرفت في الجاهلية وفرح في الاسلام و الشريعة موقف ليس لك فيها من جمل ولا ناقة ولا تذكر فيها في مقدمة ولا ساقة ولا تضرب فيها بذراع ولا صبع۔

اور نہیں انکار کیا جاتا تمہارے مرتبہ کا بیت نبوت اور کان رسالت اور غار حکمت سے اور نہیں انکار کیا جاتا تمہارے حقوق کا جو تم کو خداوند کریم نے عطا فرمائے ہیں لیکن مزاحمت کرتا ہے آپ سے وہ شخص کہ ضخیم اور مضبوط منکب والا ہے اور واسطے اس کے قرب عالی اور روشن ہے تمہارے قرب سے اور سن بڑا ہے تمہارے سن سے اور بڑھاپا زیادہ رعب والا ہے تمہارے بڑھاپے سے اور مشہور تھا واسطے سرداری کے جاہلیت میں اور واسطے اس کے سبقت ہے اسلام اور شریعت میں اور موقف ہے کہ نہیں ہے تمہارے واسطے اوسمیں ونٹ نہ اونٹنی اور نہ ذکر کیا جاتا ہے اوسمیں تمہارا بیچ اگلے حصہ کے اور نہ پچھلے حصہ کے اور نہیں چلے ہو تم اُسمیں ایک ہاتھ اور نہ ایک انگل۔

(۵) فاما ابو بكر الصديق فلم يزل حبه في سويداء قلب رسول الله صلعم وعلاقة همه وعيبة سره ومثوى حزنه ومفزع رائه ومشورته

بہرحال ابوبکر صدیق ہمیشہ رہی محبت اون کی رسول اللہ کے نقطۂ دل میں اور برابر رہے ہم علاقہ اور جامہ دان آپکے اسرار کے اور ٹھکانا آپکے احزان کے اور ملجا آپکی رائے اور

وراحۃ کفہ وہی طرفہ و
ذلک کلہ بمحضر مصادر والوارد
من المہاجرین والانصار و
شہرتہ مغنیۃ عن الدلالۃ
علیہ ولعمری انک
اقرب الی رسول اللہ صلعم لکنہ
اقرب قربۃ والقرابۃ لحم و
دم والقربۃ روح ونفس و
ھذا فرق قد عرفہ المومنون
ولذلک صاروا اجمعین و
مہما شککت فیہ فلا تشک
ان ید اللہ مع الجماعۃ ورضوانہ
لاھل الطاعۃ فادخل فیما
ھو خیر لک الیوم وانفع لک
غدا والفظ من فیک ما تعلق
بلہاتک وانفث شحیاء صدرک
عن تفاتک۔

مشورہ کے اور راحت کف آپ کے
اور مورد الطاف آپ کے اور یہ سب
سامنے ہر آنے جانے والے مہاجر
وانصار کے تھا اور شہرت اس امر کی
بے پروا کرتی ہے ثبوت سے۔ اور قسم
ہے مجھے اپنی عمر کی کہ تم اقرب ہو طرف
رسول اللہ کے از روے قرابت کے
لیکن ابوبکر قریب ہیں از روے مرتبہ کے
قرابت گوشت اور خون ہے اور قربت
روح اور نفس ہے اور اس فرق کا تمام
مومنین کو علم ہے اسی وجہ سے سب
اُن پر متفق ہوئے اور اگر آپ کو اسمیں کچھ
شک ہو تو شک کیجئے اس بات میں کہ
اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے اور
رضامندی اوسکی واسطے اہل طاعت
کے ہے پس داخل ہو جاؤ تم اوس چیز میں
کہ بہتر ہے تمہارے لئے آج اور نفع ہے
کل کے واسطے اور نکال پھینکئے اپنے منہ سے وہ شئے کہ معلق ہے آپ کے لہاۃ میں
اور تھوک دیجیے کینہ اپنے دل کا آتشدان اپنے سے۔

اس پیام کا ایک ایک لفظ اور فقرہ قابل شرح تھا مگر مضمون طولانی ہو گیا ہے۔
لہذا اس وقت ہم معذور ہیں۔ انشاء اللہ کبھی آیندہ پورے خط کی کامل شرح لکھ کر
شایع کر دینگے جو لوگ سیر و تواریخ سے واقف ہیں وہ اتنا ہی پڑھکر بخوبی سمجھ جاینگے

کہ حضرت عمر اپنے دعوؤں میں کہاں تک سچ بول رہے ہیں اور اپنی ایمانداری کی داد دے رہے ہیں۔ آپ کی اس جسارت اور بے باکی نے لوگوں کو اہلبیت رسولؐ سے برگشتہ اور دین خدا کو خستہ کر کے معاویہ جیسے مجتہد اور عبدالقادر جیلانی اور ابن العربی جیسے پیر دستگیر اور شیخ الاکبر پیدا کر دیئے اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ حضرت عمر کے جانشینوں اور مریدوں کی نظر میں خانہ کعبہ تک کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ حیوۃ الحیوان (جلد اول ص۹۵ اور جلد دوم ص۳۰) اور تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ چونکہ ابن زبیر لوگوں سے جب وہ حج کو جاتے تھے بیعت لے لیتا تھا اس لئے عبدالملک بن مروان نے انھیں خانہ کعبہ کا حج کرنے سے منع کر دیا جب وہ اس سے دلتنگ ہوئے تو عبدالملک نے بیت المقدس میں قبۃ الصخرۃ تعمیر کرا دیا۔ پس لوگ وہاں حج کر لیا کرتے تھے۔ ترجمہ تمدن اسلامی جلد دوم ص۳۷ میں علامہ جرجی زیدان نے بحوالہ تاریخ طبری مطبوعہ یورپ جلد ۳ ص۱۹۱ لکھا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے لوگوں کے حج کرنے کے واسطے ملک عراق میں ایک عمارت قبۃ الخضراء کے نام سے تعمیر کرائی تھی اور اوسکے ذریعہ سے خانہ کعبہ کی وقعت کم کرنی چاہی تھی۔ اسی کتاب کے ص۳۹ میں بحوالہ مقدسی ص۱۲۲ لکھا ہے کہ معتصم عباسی نے شہر سامرا آباد کر کے وہاں ایک خانہ کعبہ کی شبیہ رکھوائی تھی جس کے گرد لوگ طواف کیا کرتے تھے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ منیٰ اور عرفات کے ناموں سے بھی چند مقامات کو نامزد کیا تھا اور اپنے ارکان وقت اور امرا دربار کو وہیں پر فرائض حج ادا ہو جانے کا اطمینان دلایا تھا گو اسکی یہ کارروائی فریب اور غلط بیانی پر مبنی تھی لیکن اُسے یہ خوف تھا کہ مبادا یہ امرا خانہ کعبہ کے حج کو جائیں تو اُن کے دل میری طرف سے پھر جائیں اور مجھ کو چھوڑ کر علحدہ ہو جائیں غرض حضرت ابوبکر سے لیکر آج تک ہر شخص بہت اچھی طرح دیکھ سکتا ہے کہ ان

بزرگواروں میں اول سے آخر تک چھوٹے سے بڑے تک سب نے اپنی دنیا کی درستگی کی اور اسی کی فکر میں لگے رہے اور اسی وجہ سے ہم نے شیخ عبدالقادر کو اون کے اعمال و افعال میں معذور رکھا ہے۔

جناب شیخ کے بعض اقوال

اب ہم آپ کے بعض اقوال روضۃ الاصفیا قلائد الجواہر۔ روضات الجنات وغیرہ سے ترجمہ کرتے ہیں۔ ناظرین ذرا غور کریں۔

(۱) ہر ایک ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد کے قدم پر ہوں جناب مصطفےٰ نے کوئی قدم نہیں اوٹھایا کہ اوسی جگہ میں نے اپنا قدم نہ رکھا ہو اور وہ یہ مقام ہے کہ جہاں سوائے نبی کے کوئی اور نہیں پہونچ سکتا (روضات)

(۲) مجھے اب تک باب علم لدنی کے ایسے عطا ہوئے ہیں کہ اونمیں سے ہر ایک کی وسعت زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے میں امور خلق اور انکی عقلوں سے باہر ہوں (روضات)

(۳) مجھے مشرق سے مغرب تک کل زمین حوالہ کی گئی ہے۔ آباد و غیر آباد خشکی و تری۔ زمین نرم اور پہاڑ اور سب مجھے قطب کہکر خطاب کرتے ہیں۔

(۴) فرماتے تھے کہ میں شیخ جن وانس[له] اور ملائکہ کا ہوں (خزینۃ الاصفیاء)

(۵) آپ فرماتے تھے کہ طلوع شمس نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ مجھے سلام کرتا ہوا نکلتا ہے اور اسی طرح سال اور مہینے مجھے سلام کرتے ہیں اور تمام واقعات کی مجھے خبر دیتے ہیں (قلائد)

(۶) میری نظر لوح محفوظ پر ہے اور میں اس کے علوم اور مشاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگا رہا ہوں۔ میں نائب رسول اللہ اور آپکا وارث اور تم پر حجۃ ہوں (قلائد صـ ۶۶)

[له] شیخ ابوسعید کہتے ہیں کہ آپکی مجلس میں بارہا پیغمبروں کی اروا حیں جنمیں محمد مصطفےٰ بھی ہوتے اور ملائکہ اور جن آتے تھے اور میں اونکو دیکھتا تھا ۱۲

(خزینۃ الاصفیا جلد ۱ صـ ۹۴ - ۹۵)

(۷) آپ لباس بہت قیمتی پہنتے تھے اس پر عرض کیا گیا تو فرمایا ایک ہزار موت کے بعد پہنا ہے (قلائد صفحہ ۹۳)

(۸) آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھے پکارے یا مجھ سے مدد چاہے تو میں اوسکی مصیبت دور کردوں گا (قلائد صفحہ ۹۴)

صوفیائے کرام کا اعتقاد جناب شیخ کے بارے میں صاحب تصحیح المسائل نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی سیف مسلول سے نقل کیا ہے کہ درجہ ولایت وقت ظہور حضرت آدم سے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی روح پاک سے متعلق تھا آپکی پیدائش سے پہلے بھی امم سابقہ میں جو کوئی ولی ہوتا تھا وہ انہی حضرت کی روح پاک کے توسط سے ہوتا تھا اور آپ کی پیدائش سے وفات تک صحابہ و تابعین سب کو یہ دولت آپ ہی کے توسط سے پہنچی ہے۔ آپ کے بعد آپکی نسل سے گیارہ امام یکے بعد دیگرے آپ ہی کے درجہ ولایت پر فائز ہوئے۔ امام حسن عسکری کی وفات سے ظہور غوث الثقلین تک یہ منصب حسن عسکری کی روح سے متعلق رہا۔ عبدالقادر جیلانی پیدا ہوئے تو یہ عہدہ اونکو تفویض ہوا اور امام مہدیؑ کے ظہور تک آپ ہی کے متعلق رہے گا۔ امام مہدیؑ ظاہر ہونگے تو یہ منصب اون کو عطا ہوگا اور وہ جناب قیامت تک اُس پر فائز رہیں گے۔

وفات جناب شیخ نے ۹ ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ ہجری کو نوے سال ۹ ماہ کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت کی۔ ہندوستان میں گیارہویں اور بغداد میں سترہویں آپ کے عرس کے لئے مقرر ہے۔

آپکی اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ عبدالوہاب۔ عبدالرزاق یا عبدالجبار عبدالعزیز اور چوتھے محی الدین محمد بن العربی جنکو

آپ نے نوے سال کی عمر میں اپنی پشت سے نکال کر ایک دوسرے مرد کی پشت میں داخل کر دیا تھا اور جن کے شرف حمل سے آپ کی زوجہ محترمہ محروم رہیں اور جنھوں نے براہ کرامت بغداد سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر انتہاے مغرب ملک ہسپانیہ کے شہر مرسیہ میں پہونچکر ۵۶۰ ہجری میں شکم مادر سے ظہور کیا۔ احقر ذاکر حسین جعفر مالک دفتر اتالیق انگریزی دہلی

کرامات شیخ عبد القادر جیلانی

قلائد الجواہر ایک عربی مستند کتاب ہے جس میں ان کے حالات اور کرامات اس طرح درج کئے گئے ہیں کہ اوس سے زیادہ شاید کسی کتاب میں نہ ہوں اس کا ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے جس کا نام حیات جاودانی ہے اوس میں بھی ان کا نسب نامہ یوں ہی لکھا گیا ہے۔

عبد القادر بن ابی صالح جنگی دوست بالقول بعض جنگا دوست ص۵ مولف کہتا ہے کہ جنگی دوست فارسی لفظ ہے جس کے معنی جنگ سے مناسبت رکھنے والے کے ہیں ص۸

حاشیہ عمدۃ الطالب پر ایک نسخہ ہے چنگ دوست بھی لکھا ہے اور چنگ ودف آلات غنا سے ہے تو اس معنے سے وہ چنگ دوست ہوئے یعنی چنگ بجانے والے۔

بہر حال قلائد الجواہر میں بھی کوئی تحقیق اسکی نہیں کی گئی کہ درحقیقت یہ سید تھے بلکہ صرف اسی قدر نسب نامہ لکھ کر چھوڑ دیا اور کوئی سند اس کی نہ دی کہ اور علماء نسب نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ وہ سید تھے۔

سنہ و مقام ولادت	آپ کے صاحبزادے عبد الرزاق فرماتے ہیں

کہ میں نے اپنے والد ماجد سے آپ کا مقام پیدائش پوچھا تو کہا مجھے اسکا حال ٹھیک طور سے معلوم نہیں مگر اپنا بغداد آنا یاد ہے کہ جس سال تمیمی کا انتقال ہوا اسی سال میں بغداد میں آیا اُس وقت میری عمر اٹھارہ برس کی تھی اور تمیمی نے سنہ ۴۸۸ھ میں وفات پائی ۔ قلائد ص۳

اسی سے حساب لگایا گیا ہے کہ آپ سنہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے ص۳

پھر نہ معلوم کہاں سے یہ شہرت بھی ہے کہ ۱۱ ربیع الثانی کو یہ پیدا ہوئے حالانکہ اصلی سنہ ولادت تک معلوم نہیں ۔

وفات تاریخ ہشتم ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ میں آپ نے وفات پائی ص۷ تو اس سے معلوم ہوا کہ گیارہویں آپکی جو منائی جاتی ہے وہ دراصل اس خوشی میں ہے کہ دنیا ان سے خالی ہوئی ۔ ورنہ روز وفات خوشی کرنا اور عید منانا تو کسی قوم کا دستور نہیں پھر ۸ کو ۱۱ بنانا اور بھی طرفہ ماجرا ہے ۔

درحقیقت مذاق اہلسنت عجب طرح کا ہے کہ نہ آج تک اونکو ولادت رسول صلعم کی تاریخ معلوم ہے نہ وفات کی ۔ مگر عید مناتے ہیں ۱۲ ربیع الاول کو جسے روز وفات کہتے ہیں ۔ اسی طرح پیر دستگیر کے ولادت کی تاریخ تو معلوم نہیں مگر وفات کے تین روز بعد جشن عید مناتے ہیں ۔

ان کی کرامات میں وہ شوروغل کیا گیا ہے کہ آسمان کو نہیں بلکہ زمین کو سر پر اوٹھالیا جس کو ہم مختصر طور پر قلائد الجواہر سے لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کیسی کیسی مضمون آفرینی کی گئی ہے ۔

(۱) ان کی مادر کا بیان ہے کہ میرے فرزند عبدالقادر جب پیدا ہوئے تو وہ رمضان کے دنوں میں دودھ نہیں پیتے تھے پھر ۲۹ رمضان کو جب مطلع صاف نہ تھا اور بدلی کی وجہ سے لوگ چاند نہ دیکھ سکے تو صبح کو لوگ میرے پاس پوچھنے آئے کہ آج آپ کے صاحب زادے نے دودھ پیا یا نہیں

میں نے انھیں کہلا بھیجا کہ نہیں پیا۔ جس سے ان کو معلوم ہوا کہ آج رمضان کا دن ہے۔

اب کون پوچھے کہ جس شخص کے نہ مقام ولادت کا حال معلوم ہو نہ ماہ و سنہ ولادت بلکہ حساب سے بتایا جائے کہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اون کے نسبت یہ کہنا کہ وہ ماہ رمضان میں دودھ نہ پیتا کس درجہ مضحکہ خیز ہے۔

اوس پر طرہ یہ کہ لوگ پوچھنے آئے "کہ آج آپ کے صاحبزادے نے دودھ پیا یا نہیں" کیونکہ اگر کسی طرح سے ان کا ولی اللہ ہونا پہلے سے معلوم ہوتا تو ٹھیک بات تھی۔ یہاں تو ایسی گمنامی ہے کہ ان کے باپ کا پتہ تک نہیں کہ وہ کیسے تھے اور کیا تھے پھر کیوں کوئی اجنبی آتا جو ان کے دودھ پینے یا نہ پینے سے معلوم ہوتا کہ آج رمضان ہے یا گیا۔

افسوس ان لوگوں کی گپ تو چانڈو خانے کی گپوں سے بھی بڑھی چڑھی رہتی ہے حالانکہ تمام عالم کو معلوم ہے کہ لڑکوں سے تکلیفات شرعیہ ساقط ہوتے ہیں پھر کیوں ان پر یہ تکلیف جاری ہوئی مگر یہ کہا جائے جیسا کہ روایت صحیح بخاری کی تاویل میں کہا جاتا ہے ایک بندر اور بندریا پر حد رجم جاری ہوئی۔ اوسی طرح ان کا دودھ نہ پینا بھی بتایا گیا۔

فرشتوں کی ملاقات

(۲) آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کب معلوم ہوا کہ آپ اولیاء اللہ سے ہیں تو فرمایا جب میں اپنے شہر میں بارہ برس کے سن کا تھا اور پڑھنے کے لئے مکتب جاتا تھا تو میں اپنے ارد گرد فرشتوں کو چلتے دیکھتا تھا اور جب میں مکتب میں پہنچتا تو میں اونھیں کہتے سنتا کہ ولی اللہ کو بیٹھنے کی جگہ دو صـ ۲۲

کہئے رسول اللہ سے ان کا درجہ بڑھا دیا یا نہیں کہ حضرتؐ نے چالیس برس کے سن میں فرشتوں کو دیکھا اور انھوں نے بارہ برس کے سن میں دیکھا۔

(۳) جنوں کی شاگردی۔ آپ فرماتے ہیں میں ۲۵ برس تک عراق کے بیابانوں میں تنہا پھرتا رہا اس اثنا میں نہ خلق مجھے پہچانتی تھی اور نہ میں خلق کو۔ البتہ اس وقت میرے پاس جن آیا کرتے تھے میں انھیں علم طریقت و وصول الی اللہ کی تعلیم دیا کرتا تھا ص ۲۶

(۴) سال بھر پانی نہیں پیا۔ اس اثنا میں سال بھر تک میں نے مطلق پانی نہیں پیا پھر ایک سال تک پانی بھی پیتا رہا۔ پھر تیسرے سال صرف پانی ہی پیا کرتا تھا اور کھاتا کچھ نہیں تھا۔ پھر ایک سال تک کھانا پانی اور سونا مطلق چھوڑ دیا۔ ص ۲۷

کیا یہ امر ممکن ہے۔ کوئی نظیر اس کی معجزات انبیاء میں مل سکتی ہے؟

(۵) شیطان کا مسلح ہوکر ان سے لڑنا۔ "میرے پاس شیاطین مسلح ہوکر ہیبت ناک صورتوں میں صف بہ صف آتے اور مجھ سے لڑتے اور مجھے آگ پھینک کر مارتے" ص ۲۸

جناب امیرؑ کے معجزہ بیر العلم کے مقابلہ میں یہ قصہ گڑھا گیا ہے حالانکہ وہاں رسول اللہ کی تصدیق نبوت کے لئے ضرورت تھی۔ یہاں کون سی غرض ہوسکتی ہے

(۶) آپ اثنائے کلام میں اٹھکر ہوا میں چند قدم چلے اور آپ نے فرمایا کہ آپ اسرائیلی ہیں اور میں محمدی ہوں۔ اب ذرا ٹھہر کر محمدی کا کلام بھی سنیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیسا واقعہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام یہاں سے گزر رہے تھے تو میں انھیں اپنا کلام سنانے کے لیئے انھیں ٹھہرانے گیا تھا تو آپ ٹھہر گئے۔ ص ۳۵

کہاں حضرت خضرؑ کی وہ عظمت جو قرآن کے سورہ کہف میں مذکور ہے اور کہاں یہ جرأت کہ عبد القادر صاحب ہوا میں اڑکر ان سے اس قسم کا کلام کر رہے ہیں۔ سب جھوٹے مر گئے اور ان کو بخار بھی نہ آیا۔

(۷) فرمایا میں نے دوزخ کے داروغہ مالک سے پوچھا کہ تمہارے پاس میرے اصحاب میں سے بھی کوئی ہے تو اُس نے کہا نہیں۔ میں اس کی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک خدا تعالیٰ میرے اور تمہارے ساتھ جنت تک نہ جائیگا اس کے سامنے سے قدم نہ اوٹھاؤں گا صـ۳۷

خدا اور رسول کو تو یہ مرتبہ نہیں ملا کہ خدا اور رسول کا ماننے والا داخل جہنم نہ ہو مگر شیخ صاحب دنیا ہی میں داروغہ دوزخ سے پوچھ کر اطمینان دلاتے ہیں کیا کہنا ہے

(۸) آپ نے فرمایا جو شخص بھی میرا نام لے اور اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے گو ایک ناپسندیدہ طریقہ سے ہی سہی تو بھی اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیگا۔ وہ شخص میرے مریدوں میں شمار ہوگا۔ صـ۳۷

کہیئے عیسائیوں سے بھی درجہ بڑھ گیا یا نہیں۔ کیونکہ وہاں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہاں صرف نسبت کرنا کافی ہے۔

(۹) نیز آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے مدرسے کے دروازہ پر سے گزریگا تو قیامت کے دن اسے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ صـ۳۷

افسوس کہ مدینہ کسی کو یہ شرف نہیں ملا۔

(۱۰) میرے پروردگار نے مجھسے وعدہ کیا ہے کہ جو مسلمان میرے مدرسہ کے دروازہ سے گزرے گا میں اُس کے عذاب میں تخفیف کروں گا۔ صـ۳۷

اب دیکھیئے قادیانی بھی کوئی ایسی پیشنگوئی اپنے مرزا کی نکالتے ہیں یا نہیں۔

(۱۱) فرشتے کہنے لگے کہ اس نے آپ کو دیکھا ہے اور آپ سے حسن ظن رکھا ہے اور اب خدا تعالیٰ نے صرف اسی سبب سے اس پر رحم کیا صـ۳۸

مگر بر اعتقاد اہلسنت حضرت ابوطالب عم رسول اللہ پر جنھوں نے حضرت کی پرورش کی اور ہر طرح کفار کے شر سے محفوظ رکھا کسی طرح رحم نہ کیا جائیگا کیونکہ وہ حضرت علیؑ کے باپ ہیں۔

(۱۲) آپ کے شیخ شیخ حماد فرمانے لگے کہ اس عجمی کا مرتبہ بہت عالی ہوگا حتے کہ اس کا قدم اولیاے زمانہ کی گردن پر رکھا جائیگا۔ ص ۳۹

اس سے بھی معلوم ہوا کہ سید نہ تھے ورنہ عجمی نہ کہے جاتے بلکہ سید یا شریف کہے جاتے۔

(۱۳) پانی پر چلنا ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آرہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر سلام علیک کرتی جاتی ہیں ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کے ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت نماز ظہر کا وقت ہوگیا تھا اسی ثنا میں بڑی بھاری جاے نماز دکھائی دی اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہوکر بچھ گئی ص ۴۱

دیکھئے مرزا حیرت اس کو دیکھکر کیا کہتے ہیں۔ اور کیا قادیانیوں میں کوئی ایسا ہے جو اپنے مرزا کے لئے ایسی کرامت دکھائے۔

(۱۴) اکثر آپکی مجلس میں دو تین آدمی مر بھی جایا کرتے تھے۔ اکثر آپ اپنی مجلس میں تخت پر سے اٹھکر لوگوں کے سر پر سے ہوا میں چلکر جاتے اور پھر اپنے تخت پر واپس آجاتے۔

(۱۵) ان کا قول تھا قدمی هذه علے رقبة کل ولی الله کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ ص ۵

کہئے رسول اللہ بھی اولیا اللہ سے ہیں یا نہیں تو انکی گردن پر بھی ان کا پیر ہوا یا نہیں؟

(۱۶) شیخ صاحب اوس تسبیح کو جو ان کے شیخ ابو الوفا نے دی تھی زمین پر رکھتے تو اس کا ہر ایک دانہ گھومنے لگتا اور جو کوئی ان کے اس پیالہ کو جو شیخ موصوف نے دیا تھا چھوتا تو کندھے سے اس کا ہاتھ کانپنے لگتا

صنہ۔ گویا رعشہ ہو جاتا۔

(۱۷) ان کے عہد میں دجلہ کا پانی نہایت طغیانی پر ہونا اور ان کے فرمانے سے اوس کا کم ہونا۔ ص۶۴

(۱۸) آپ نے اپنا عصار زمین پر کھڑا کیا اور وہ روشن ہوگیا۔

(۱۹) آپ کے ایک مرید کا بیت المقدس سے آن کر ہوا میں چلنے سے تائب ہوکر آپ سے طریق محبت سیکھنا۔

(۲۰) آپ فرمایا کرتے تھے کہ شمس طلوع نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ مجھے سلام کرتا ہوا نکلتا ہے اور اسی طرح سال اور مہینے مجھے سلام کرتے ہیں اور تمام واقعات کی مجھے اطلاع دیتے ہیں ص۶۶ بہجۃ الاسرار میں تو اور بھی قیامت کیا کہ ہر مہینہ کی صورت ان کو دکھائی دی۔

(۲۱) میری نظر لوح محفوظ پر ہے اور میں اس کے علوم و مشاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگا رہا ہوں۔ میں نائب رسول اللہ اور آپ کا وارث اور تم پر حجت ہوں ص۶۶

(۲۲) جب خدا تعالے سے دعا کرو تو مجھے وسیلہ بنا کر دعا مانگو۔ ص۶۶

(۲۳) میں نے ایک دفعہ آپ کے خلوت خانہ کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تو مجھے اندر سے آواز نہیں سنائی دی میں دروازہ کھول کر حجرہ کے اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ چھت پر سے مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے میری طرف کو اُترے ص۷۳

لکھنؤ کے فتو چور کے نسبت سُنا تھا وہ جست کر کے چھت پر چڑھ جاتا تھا شاید وہ بھی شیخ صاحب کا مرید تھا۔

(۲۴) بعض اہل مجلس سے ہم کلام تھے کہ اتنے میں بارش ہونے لگی آپ نے آسمان کی طرف نظر اوٹھا کر فرمایا کہ میں تو تیرے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں

اور تو اٹھیں بکھارتا ہے۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ بارش کترا کر مدرسہ کے
ارد گرد برستی رہی اور صرف آپ کے مدرسہ میں برسنا موقوف ہو گئی ص۲
خدا بھی آخر ڈر ہی گیا۔ کیوں نہ ہو؟
(۲۵) خلیفہ مستنجد باللہ نے دس تھیلیاں زر نقد کی نذر کیں۔ اُس کے اصرار
پر دو تھیلیاں اُٹھا لیں اور دونوں کو نچوڑا تو اُن سے خون ٹپکنے لگا۔
(۲۶) ایک کدو کی طرف اشارہ کر کے کہا اس میں آفت رسیدہ بچہ ہے۔ قم
باذنی کہا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا دوسرا کدو کا بچہ اُٹھ کر چلنے لگا تو کہا بیٹھ جا
وہ ہمیشہ کے لئے بیٹھ گیا۔ ص۹
(۲۷) آپ نے اپنی چادر اُتار کر کے پیشانی پر سے ایک بچھو نکال کر زمین
پر ڈالا جب بھاگنے لگا تو کہا موتی باذن اللہ بامر الٰہی تو مر جا تو اسی وقت
مر گیا کہا کہ اس نے ساٹھ دفعہ کاٹا ص۹
مگر نہ معلوم پہلے ہی دفعہ کیوں نہ کہہ: مر جا کہ مر جاتا۔
(۲۸) ایک رکابدار کو دس بارہ سیر گندم دیا جس سے وہ پانچ سال تک کھاتا
رہا۔ ص۹
(۲۹) ایک قندیل سی شے روشن کا در تین دفعہ آپ کے منہ سے قریب
ہو ہو کر واپس جاتا۔ ص۹
(۳۰) ایک شب کو گھر سے نکلے مدرسہ کا دروازہ خود کھلا پھر بند ہو گیا۔
پھر ایک شہر میں پہونچے جس کا نام خاوند تھا جو ملک عجم میں ہے وہاں چھ
شخص تھے جن میں سے ایک کراہ رہا تھا۔ اس کے بعد ایک اور شخص
جس کی مونچھیں دراز تھیں سر برہنہ تھا آیا اور آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے
کلمہ شہادتین پڑھا کر وہ نصرانی قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا۔ یہ اُن کا قائم مقام ہوگا
(۳۱) ... ۳۰۱ ... کلمہ پڑھایا اور جو شخص لایا وہ حضرت خضر تھے ص۸

کیا خوب نصرانی کو کلمہ پڑھا کر ابدال زنجبا سے بنا دیا۔

(۳۱) **جنات کی تابعداری کرنا** جنات کے بادشاہ نے جب آپ کا نام سنا تو گھوڑے پر سے اُتر کر نیچے بیٹھ گیا اور حکم کی فرماں برداری کی۔ صہ ۸۲

(۳۲) ایک شخص بغداد میں ہوا پر اُڑتا ہوا جا رہا تھا کہ شیخ صاحب کی نظر اوس پر پڑی فوراً دھم سے زمین پر آ رہا اور مدتوں چت پڑا رہا شیخ صاحب نے کہا اس نے دل میں خیال کیا تھا کہ ہم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ اس پر ہم نے اسکے حال کو سلب کر لیا۔ الشیخ ابوالحسن علی ہیی کی سفارش پر اوس پر رحم کیا کہ وہ پھر ہوا میں اڑ کر چلا گیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی چیل مارا تھا یاروں نے اوس کو ولی اللہ بنا دیا ورنہ علم غیب تو خود رسول ؐ کو بھی حاصل نہیں۔ الا ما شاء اللہ اور نہ کسی نبی کی نسبت سُنا گیا کہ اونھوں نے ہوا میں پرواز کیا ہو۔ ہاں حضرت جعفر طیار کو بعد شہادت کے یہ مرتبہ ضرور ملا کہ جنت میں مثل فرشتوں کے پرواز کریں مگر اہلسنت نے اپنے پیر دستگیر کو بلکہ اون کے مریدوں کو دنیا ہی میں یہ درجہ دیدیا کہ اسی جسم خاکی سے وہ پرواز کریں۔ ہوائی جہاز

(۳۳) ایک دفعہ جامع منصوری میں ایک جن اژدہا بن کر آپ کے سامنے آیا اور ان کے سجدہ گاہ پر بیٹھتا اور رانوں پر چڑھتا پھر کہتا کہ میں جن تھا آپ کے امتحان کے لئے آیا تھا۔ صہ ۸۹

(۳۴) کبوتری کا انڈا دینا اور قمری کا ان کے حکم سے بولنے لگنا صہ ۹۰

(۳۵) ایک چوہے کا چھت سے کئی دفعہ مٹی گرانا اور آپ کے فرمانے سے اوس کا مرجانا صہ ۹۲ آپ لباس بہت قیمتی پہنتے تھے اعتراض کیا گیا تو کہا ایک نبرد دعوت

(۳۶) آپ کے خادم نے کہا کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ ستر عورتوں سے

ہم بستر ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا میں نے شب کو لوح محفوظ میں دیکھا کہ تم ستر عورتوں سے مرتکب زنا ہوئے۔ اس لئے میں نے خدا سے دعا کی کہ وہ ان واقعات کو خواب میں تبدیل کردے۔ صـ۹۴۔

لوح محفوظ بھی ان کے اختیار میں تھا۔

(۳۷) آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھے پکارے یا مدد چاہے تو میں اس کی مصیبت کو دور کردوں گا۔ صـ۹۴

خدا نے تو صرف اپنے لئے فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ مگر پیران پیر بھی اسی مرتبہ کے مدعی ہیں۔ اور اہلسنت کا اس پر ایمان ہے۔

(۳۸) ہر ماہ میں خلیفہ وقت کیطرف سے آپ کے لئے خلعت آتا صـ۹۵

(۳۹) عبد الصمد ایک شخص آپ سے منحرف تھا۔ اتفاقاً ان کی مسجد میں آگیا اور آپ منبر پر گئے اور اوس کو پاخانہ کا سخت تقاضا ہوا۔ اب باہر جاسکتا ہے نہ یہاں ٹھہر سکتا ہے۔ شیخ صاحب نے دو تین زینہ منبر سے اُتر کر اس کے سر پر اپنی آستین رکھی جس سے یہ ایک باغ میں پہونچ گیا۔ شیخ صاحب نے اپنے معجزہ سے ان کو مسجد میں پاخانہ پھرنے کے بعد پہونچا دیا اور وہ دوستی رومال بھی مع کنجیوں کے طا جو چھوڑ گئے تھے۔ صـ۹۷

(۴۰) مرغی کا گوشت کھا رہے تھے ایک عورت نے اعتراض کیا کہ آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں تو مرغی کی ہڈیاں جمع کیں اور اس کو زندہ کردیا۔ صـ۹۷

آم کا آم گٹھلی کا دام سُنا تھا مگر یہاں طرفہ مزہ ہے۔ خلیل اللہ سے بھی بڑھ گئے۔

(۴۱) جنات نے کہا شیخ صاحب کی مجلس میں ہم لوگ بہ نسبت انسان کے زیادہ ہوتے ہیں۔ صـ۱۰۳

(۴۲) جن جنات نے حضرت رسول اللہ کے دست حق پرست پر ایمان قبول کیا تھا ان میں کا ایک جن ان سے بھی ملاقی ہوا صفحہ ۱۸۵

(۴۳) ایک دفعہ ایک چڑیا نے ان کے وضو کرتے وقت ان کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو ہوا سے زمین پر گری اور مر گئی۔
اخبار الاخیار صفحہ ۲۱ شیخ عبدالحق دہلوی۔

(۴۴) خدا نے ایک کاغذ پر ان کے تمام مریدوں کا نام لکھ کر انھیں دیا جو قیامت تک ان کے مرید ہوں گے اور فرمایا خدا نے کہ یہ سب ہم نے تم کو بخش دیا۔ اخبار الاخیار صفحہ ۲۲

(۴۵) میں کھیتی کے بیل کے پیچھے ہو لیا اس نے میری طرف دیکھا اور کہا عبدالقادر تم اس لئے نہیں پیدا ہوئے ہو تو میں گھبرا کر لوٹا اور اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ لوگ عرفات کے میدان میں جمع ہیں۔
قلائد الجواہر صفحہ ۴

لیجئے صاحب بیل بھی بولنے لگا اور ملک ایران سے عرفات کا میدان دیکھ رہے ہیں۔

(۴۶) ایک دفعہ مجھے ایک حالت طاری ہوئی۔ میں اس وقت بغداد میں تھا جب یہ حالت جاتی رہی تو میں نے اپنے کو شستر میں پایا جہاں میں بغداد سے بارہ روز کے فاصلہ پر ہو گیا۔ قلائد صفحہ ۲۰

(۴۷) مکھی کبھی بھی ان کے بدن پر نہ بیٹھی۔ میں تیرہ سال تک انکی خدمت میں رہا اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ نہ تو آپ کے پیٹ سے کچھ نکلا اور نہ کبھی بلغم نکلا اور نہ کبھی آپ کے جسم پر مکھی بیٹھی۔ قلائد صفحہ ۴۶

(۴۸) میں نے دیکھا کہ میری طرف انوار چلے آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ انوار کیا ہیں کہا گیا خدا کی طرف سے تمہیں جو کچھ فتوحات ہوئے رسول اللہ

اسکی مبارکبادی دینے آرہے ہیں۔ میں نے ہوا میں منبر کے سامنے رسول اللہ کو دیکھا اور میں بجلی اور خوشی سے ہوا میں چھ سات قدم آگے بڑھا تو آپ جناب نے میرے منہ میں سات مرتبہ تھتکارا اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور آپ نے میرے منہ میں چھ دفعہ تھتکارا ص ۱۳۴

اب بھی بہت کو ان کو ہوس اسکی تاسی کرتا ہے۔

(۴۹) میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک سے روشنی ظاہر ہو کر میرے جسم میں لگی اس وقت میں نے اہل قبور کو اور ان کے حالات اور ان کے مراتب و مناصب کو اور فرشتوں کو دیکھا اور ہر ایک انسان کی پیشانی پر جو لکھا تھا اس کو میں نے پڑھا ص۴۴ قلائد۔

افسوس یہ رتبہ کسی رسول کو بھی نہیں ملا کہ خط تقدیر کو پڑھا ہو۔

(۵۰) چار اولیا کوہ قاف سے آئے اور کہا تم ایسے شخص کی خدمت میں ہو جسکی برکت سے خدا تعالیٰ زمین کو قائم رکھیگا اور جسکی دعا کی برکت سے تمام خلائق پر رحم کرے گا ص۴۸

رحمۃ للعالمین کی ضرورت نہیں رہی۔

(۵۱) آج شب کو میں نے دیکھا کہ شیخ عبد القادر کے جسم سے ایک بہت بڑی روشنی نکل رہی ہے اور اس وقت جس قدر فرشتے زمین پر اترے تھے سب نے آکر آپ سے مصافحہ کیا تمام فرشتے آپ کو شاہد و مشہود کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ص۷۵ قلائد۔

(۵۲) امام احمد بن حنبل کی زیارت کو قبر پر گئے تو امام احمد قبر سے نکل آئے اور سینہ سے لگا کر کہا۔ شیخ عبد القادر میں علم شریعت و علم حقیقت و علم حال میں تمہارا محتاج ہوں ص۱۰۲

کیا وہابی لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔

(۳۹) جیلان سے تین بزرگ ان کی ملاقات کو آئے دیکھا کہ یہ کتاب دیکھ رہے ہیں اور ان کا آفتابہ روبقبلہ نہیں ہے اور خادم سامنے کھڑا ہے یہ دیکھکر ان بزرگوں نے اس حال سے نفرت کرکے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے - آپ نے کتاب رکھ کر خادم کی طرف دیکھا تو وہ اوسی وقت گر کر مر گیا پھر آفتابہ کی طرف نظر کی تو وہ اوسی وقت گھوم کر روبقبلہ ہوگیا - ص ۱۲۳

اب کون ان سے پوچھے کہ اس کا نام قتل عمد ہے کہ نہیں کہ ایک مومن یا مسلمان کو بلا کسی جرم کے قتل کر ڈالا - اگر صرف نظر سے آفتابہ کو سیدھا کرتے تو اس جرم سے تو محفوظ رہتے -

(۴۰) لقب محی الدین بیان کرتے ہیں کہ میں بعض سیاحت سے بغداد ہو کر واپس آیا تو ایک مریض نہایت لاغر اور زرد رو ملا جس نے کہا ہم کو اٹھا کر بیٹھا لو - جب بیٹھایا تو وہ نہایت موٹا تازہ فربہ معلوم ہونے لگا جس سے ان کو خوف ہوا اوس نے کہا میں دین اسلام ہو کر مرنے کے قریب ہوگیا کہ خدا نے تمہاری بدولت از سر نو زندہ کیا - اب جو وہاں سے مسجد میں آیا تو ایک شخص نے یا سیدی محی الدین کہہ کر پکارا جب نماز شروع کرنے لگا تو چاروں طرف سے آکر مجھے محی الدین پکارنے لگے اور میری دست بوسی کرنے لگے - اس سے پہلے کسی نے اس نام سے نہیں پکارا تھا ص ۱۲۴

معویہ کو فہرست خلفاء میں انھیں نے داخل کیا اسی وجہ سے یہ خطاب ملا -

حضرت عائشہ کا دودھ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ام المومنین عائشہ کی گود مبارک میں ہوں اور آپکی داہنی جانب کا دودھ پی رہا ہوں - پھر آپ نے مجھے اپنی بائیں جانب کا دودھ بھی پلایا ص ۱۲۴

لیجئے آپکی بدولت عائشہ کا وہ عیب دفع ہوا کہ وہ بانجھ تھیں - دونوں دودھ انھوں نے پیا مگر افسوس عائشہ کو اپنی زندگی میں اس کا علم نہ تھا کہ کوئی انکا

بھی دودھ دے گا ورنہ وہ اپنے بھتیجے بھانجے کو نہ تکلیف دیتیں کہ کسی کو
ان کا محرم بنانے کے لئے وہ دودھ پلا دیا کریں ۔ اس سے معلوم ہوا اصلی
وجہ محی الدین کہلانے کی یہی ہے کہ انھوں نے عائشہ کے نام کو دودھ بیکر
زندہ کر دیا۔

(۵۶) ایک شخص کو انھوں نے کرتہ پہنایا مگر اولٹا ادنھوں نے سیدھا کرنا
چاہا تو اوس نے روکا جب وعظ کہ کر تخت پر سے اُترے تو خود بخود کرتہ سیدھا
ہو گیا صہ ۱۳۷

(۵۷) خلیفہ مستنجد باللہ نے بے فصل خواہش سیب کی کی انھوں نے ہاتھ
پھیلا کر اوپر سے دو سیب لئے ایک خلیفہ کو دیا جس میں کیڑے نکلے اور انکے
سیب میں خوشبو اور اچھا گودا تھا ۔ خلیفہ نے سبب پوچھا تو کہا اس کو دست
ولایت نے چھو اور اس کو دست ظلم نے ۔ صہ ۱۵۶

گر لیا تھا دونوں انھیں نے ۔ پہلے انھیں کا ہاتھ لگا ۔ بہر حال یہ کرتب تو
روزمرہ شاید ہوتا رہتا ہے ۔

(۵۸) شیخ حماد نے ایک تاجر کو سفر شام سے منع کیا کہ اگر وہاں جاؤ گے
تو مارے جاؤ گے اور مال تمہارا سارا لٹ جائیگا ۔ شیخ عبد القادر سے کہا
تو کہا جاؤ ہم ضامن ہیں ۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور ہزار دینار کو مال فروخت
کر کے ایک جگہ رکھ کر بھول آیا اور خواب میں دیکھا کہ عرب بدوؤں نے ان کا
سارا قافلہ لوٹ لیا اور خود ان پر بھی وار کر کے مار ڈالا جس کا اثر ان کی گردن
پر ظاہر تھا اور خون بھی اس پر نمایاں تھا اور جس کا درد بھی ان کو محسوس ہوتا
تھا ۔ خواب سے بیدار ہو کر اوٹھے تو وہ ہزار دینار یاد آئے ۔ یہ دوڑے
تو اوس کو اپنی جگہ پر رکھا پایا جب بغداد واپس آئے تو شیخ عبد القادر نے
کہا ہم نے ستر مرتبہ دعا کی تھی کہ وہ تمہارے واقعہ کو خواب سے تبدیل کردے

چنانچہ وہی ہوا ص ۱۵۷

خواب کا اثر بیداری کے بعد ، یہ بھی ان کی یادگار ہے ۔

(۵۹) ایک شخص شیخ احمد رفاعی کے سامنے عبدالقادر کے حالات بیان کر رہا تھا کہ دوسرے نے کہا ان کے سامنے انھیں کا ذکر کیا کرو۔ شیخ احمد رفاعی نے ادھر مڑ کر دیکھا تو وہ فوراً مر گیا ص ۱۵۸

کیا غضب ہے کہ دعوے تو ہے تصوف کا اور عمل ہے ملک الموت کا کہ جدھر دیکھا ادھر جان لیا۔ نہ معلوم آخر یہ لوگ کسی شریعت کے پابند یا ہیں کہ جو اس طرح قتل عمد کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

(۶۰) ایک دفعہ بلاد سواد میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک شخص کو ہوا میں معلق بیٹھا دیکھا پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس بھی اوس کو ہوا میں بیٹھا ہوا دیکھا اور وہ شیخ صاحب سے اس طرح باتیں کرتا تھا کہ میں معلق نہ سمجھا ص ۱۵۹

(۶۱) ایک دوسرے شخص کی بھی یہی حالت تھی ۔ وہ شیخ کے سامنے مودب بیٹھا تھا پوچھا کیوں مودب نہیں بیٹھے ہو کہا کیونکر مودب نہ بیٹھوں کہ آپ نے مجھے ستر رجال غیب کا افسر بنایا ہے جو ہوا میں معلق رہتا ہے ص ۱۶۰

(۶۲) ایک روز آپ کی مجلس سے ایک چیل بھناتی اور چلاتی ہوئی نکلی ۔ انھوں نے ہوا کو حکم دیا سر اس کا پکڑ لے ۔ حکم دینا تھا کہ سر ایک طرف گرا اور دھڑ ایک طرف اس کے بعد تخت پر سے اتر کر ... کے سر کو اٹھایا اور دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا وہ چیل زندہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی اور لوگ دیکھتے رہے ص ۱۶۳ کہیے اب انکی خدائی میں کیا عذر ہے ۔

(۶۳) جب حج کو گئے تو ایک لڑکی ملی جو آپ ہی کی طرح ولیہ تھی اوس نے کہا تمہارے لئے ایک نورانی خیمہ لگایا ہے اور ... تمہار ... ص ۱۶۴

(۶۴) طریف ہمدانی کا بیان ہے کہ نیشاپور کے راستہ میں بشیر المغربی سے
ملاقات ہوئی جو چودہ اونٹوں پر شکر لادے جا رہے تھے اون میں
سے چار اونٹ غائب ہو گئے اور میں بھی قافلہ سے جدا ہو گیا۔
جب صبح ہوئی تو میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو پکارا تو اوس وقت
ٹیلہ پر ایک شخص دکھائی دیا اوس نے مجھے ایک طرف کو ہاتھ سے اشارہ
کر کے بتلایا۔ ٹیلہ پر چڑھ گیا تو کوئی دکھائی نہ دیا۔ مگر ٹیلہ کی جڑ میں وہ
اونٹ دکھائی دیئے جن پر بوجھ لدا ہوا تھا۔ ہم نے اونھیں پکڑ لیا
اور قافلہ سے جا ملے۔ ص ۱۶۱

(۶۵) ۳ صفر ۵۵۵ھ کا واقعہ ہے کہ آپ نے اوکھر کھڑا میں پہنیں اور وضو
کیا۔ نماز پڑھکر ایک چیخ ماری اور دوسری کھڑام بھی پھینک دی۔
تین روز کے بعد ایک قافلہ آیا اور کہا کہ ہم کو نذرانہ پیش کرنا ہے اجازت
ملی تو وہ آئے اور ریشمی اور اونی کپڑے اور کچھ سونا وغیرہ اور آپ کی دو
کھڑائیں جن کو اُس روز پھینکا تھا ہم کو دیا۔ پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں ملیں
تو کہا تیسری صفر کو ہمارا قافلہ جا رہا تھا کہ بدوؤں نے لوٹ لیا اور مارا
قافلہ کے بہت لوگ مارے گئے۔ اوس وقت ہم نے کہا اگر ان قزاقوں کے
ہاتھوں سے بچ کر صحیح و سلامت رہیں تو ہم اپنے مال سے شیخ عبدالقادر
جیلانی کا حصہ نکالیں گے۔ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے بڑی بڑی دو
چیخیں سُنیں جس نے سارے بیابان کو ہلا دیا جس سے یہ قزاق ہیبت زدہ
ہو گئے ہم سمجھے کہ کوئی آ رہا ہے جو ان سے بھی مال چھین کر لے جائیگا۔
اتنے میں یہ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آؤ تم اپنا مال اوٹھا لو
اور دیکھو ہمارا کیا حال ہو گیا ہم ان کے ساتھ ہوئے تو دیکھا کہ انکے
دونوں سردار مرے پڑے ہیں ص ۱۶۲

غرض دو کھڑام آپ نے دونوں سردار کو ہلاک کیا اور پھر وہ کھڑامیں بھی مل گئیں۔ افسوس یہ عہد حضرت عمرؓ میں نہ ہوئے ورنہ گھر بیٹھے نہ معلوم کتنے فتوحات ہوتے۔

اے کاش خلافت بغداد ہی کی مدد کرتے جو خلیفہ اس ذلت سے بچ جاتے اب ہمارے ناظرین افسانوں سے گھبرا گئے ہوں گے۔ کیونکہ طلسم ہوشربا بستان خیال۔ داستان امیر حمزہ میں اس سے بڑھ چڑھ کر وہ کرشمے دیکھ چکے ہیں جن کے مقابلہ میں اسکی کوئی حقیقت نہیں لہذا ہم بھی اب واقعات کو اس پر ختم کرتے ہیں۔

کیونکہ ان واقعات میں جس قدر مضمون آفرینی سے کام لیا گیا ہے اس نے سحر سامری کو بھی مات کر دیا۔ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند مشہور ہے۔ لہذا اس کے جواب کی ضرورت ہے نہ رد کی۔ خود واقعات ہی اپنی آپ رد کر رہے ہیں۔ کیونکہ ایسے معجزات تو نہ کسی نبی کو ملے تھے نہ کسی اور کو۔ پھر کون باور کر سکتا ہے کہ شیخ عبد القادر سے مجہول الاسم والنسب سے ایسی کرامات صادر ہوں۔

ہاں علامہ ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں ایک حکایت رابعہ عدویہ کی لکھی ہے جو ان سے قدیم مشاہیر زمانہ سے تھیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

محمد بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ مجھ سے زلفا نے ذکر کیا کہ میں نے رابعہ عدویہ سے کہا اے پھچی تم لوگوں کو آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتی ہو جواب دیا کہ مجھ کو لوگوں سے امید ہی کیا ہے یہی ہے کہ میرے پاس آئیں گے اور پھر مجھ پر ایسی باتیں جوڑ کر بیان کریں گے جو میں نہیں کرتی۔ سنتی ہوں کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ اپنی جانماز کے تلے درم پاتی ہوں اور میری ہنڈیا بغیر آگ کے پکجاتی ہے۔ زلفا کہتی ہیں میں نے کہا لوگ تو تمہارے نسبت بہت سی

باتیں بیان کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں رابعہ کو اپنے گھر میں کھانا اور پانی مل جاتا ہے ۔ کیا تم کو واقعی مل جاتا ہے ۔ جواب دیا کہ اے بھتیجی اگر مجھکو میرے گھر میں ملتا بھی تو میں اس کو ہاتھ نہیں لگاتی ۔ ایک روز جاڑے میں میں نے روزہ رکھا ۔ میرے نفس نے کچھ گرم کھانا مانگا جس پر افطار کروں ۔ میرے پاس چربی تھی میں نے جی میں کہا کہ اگر اس کے ساتھ پیاز ہوتا تو اس میں ملا لیتی ۔ اتنے میں ایک پرندہ آیا اور اسکی چونچ سے ایک پیاز گرا جب میں نے اس کو دیکھا تو اپنے ارادے سے باز آئی اور ڈری کہ کہیں یہ سب شیطان کی طرف سے نہ ہو ۔ وھیب کی نسبت میں نے سنا ہے کہ لوگ خواب میں دیکھا کرتے تھے کہ وھیب بہشتی ہیں وھیب کو اسکی خبر ہوئی تو بہت روئے اور کہا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ شیطان کا فریب ہو ۔ ابو حفص نیشاپوری کی نسبت سُنا ہے کہ ایک روز باہر نکلے اور ان کے ساتھ ان کے سفر کے ہمراہی تھے ایک جگہ بیٹھ رہے اور ان کے گرد ان کے اصحاب تھے ان کو کچھ باتیں سنائیں جس سے ان کے دل خوش ہوئے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بارہ سنگھا پہاڑ سے اُترا اور شیخ کے سامنے آ بیٹھا ۔ شیخ بہت روئے جب کچھ ٹھہرے تو لوگوں نے عرض کیا اے استاد تم نے ہم کو وعظ سنایا ہم خوش دل ہوئے جب یہ وحشی جانور آکر تمہارے سامنے بیٹھا تو تم کو بے قرار کیا اور رُلا دیا ۔ جواب دیا کہ ہاں جیسے میں نے اپنے گرد تمہارا مجمع دیکھا اور تمہارے دل خوش ہوئے میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر اس وقت کوئی بکری ہوتی اور اسکو ذبح کرتا اور تمہاری دعوت کرتا اور یہ خیال ہنوز اچھی طرح دل نشین نہ ہوا تھا کہ یہ وحشی جانور آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا ۔ مجھے خیال پیدا ہوا کہ کہیں میں فرعون کے مانند تو نہ ہوں کہ اس نے اللہ تعالٰے سے دریائے نیل کے جاری

ہو جانے کا سوال کیا تھا خدا نے اس کو جاری کر دیا ہے۔ میں نے سوچا کہ
میں کیوں کر اس بات سے بے خوف ہو سکتا ہوں کہ میرا تمام حصہ اللہ
تعالیٰ مجھ کو دنیا میں عطا فرمائے اور آخرت کیلئے فقیر تہی دست رہ جاؤں۔
اسی خیال نے مجھ کو بیقرار کر دیا ایک شخص نے ہمارے زمانہ میں ایک کورا
لوٹا لیا اس میں شہد چھوڑا اس لوٹے نے شہد کا مزہ جذب کر لیا۔ وہ شخص
ایک سفر میں لوٹے کو ساتھ لے گیا۔ جب نہر سے اس میں پانی بھرتا تھا
اور اپنے ساتھیوں کو پلاتا تھا وہ اس میں شہد کا مزہ پاتے تھے۔

اصلاح نمبر ۶ جلد ۱۷

تصوف اور اشاعت اسلام

مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی نے ایک مضمون پیسا اخبار
مورخہ ۶ جون ۱۹۱۴ء میں تصوف پر شایع کیا تھا جو حسب ذیل ہے:۔
"باقی رہے خشک علما ان سے نہ ہمیں پہلے امید تھی اور نہ اب ہے
کہ وہ کافی طرح سے اس کام کو انجام دیں گے۔ اور اشاعت اسلام کا
کام تو ہمیشہ زیادہ تر صوفیوں ہی نے کیا ہے اور اب بھی انشاء اللہ یہ
اہم کام اسی جماعت کی ہمت سے انجام پائیگا۔ علمار کو کاغذی گھوڑے
دوڑانے اور کفر و شرک کے جھگڑے اور باہمی فرقہ بندی کے الجھاؤ
سے کب فرصت ہے۔"

اس عبارت کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے
اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۷ جون میں لکھتے ہیں:۔ مگر صوفیوں سے اسلام
کی اشاعت ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لئے کہ اسلام کی تبلیغ کرنا تو علم

پر مبنی ہے۔ آپ بھی باوجود صوفی ہونے کے جب وعظ و نصیحت کرتے
ہیں تو اس وقت صوفیانہ حیثیت سے نہیں بلکہ عالمانہ حیثیت سے کرتے
ہیں۔ اس لئے کہ تبلیغ اسلام بغیر علم کے ممکن نہیں۔ پس اگر آپ کی مراد
صوفیوں سے یہ ہے کہ عالم باعمل ہی سے اشاعت اسلام ہو سکتی ہے
تو ہمارا بھی صاد ہے اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ محض نام کے صوفی
علم سے کورے، صرف ڈھولک پر حق ہو کے نعرے مارنے والے اسلام
کی اشاعت کرتے ہیں تو معاف فرمائیے ایسا اسلام بجوے نآرزند
(خلفائے ثلاثہ بھی تو ایسے علم سے کورے درہ مارنے والے حاکم تھے
پھر اُن کا اسلام کس شمار میں آسکتا ہے جو آپ اس پر فخر کرتے ہیں) اصلاح
آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے صوفیوں نے اسلام کو اس قدر نقصان پہونچایا
ہے کہ دیانند اور لیکھرام اور پادری فنڈر اور پادری عماد الدین نے بھی
نہیں پہونچایا۔ ان مخالفین کی کوشش سے تو صرف آشنا سوا ہو گا کرتے چند
اسلام سے برگشتہ ہوئے مگر ان جاہل صوفیوں نے لاکھوں بلکہ کروڑوں
بندگانِ خدا کو غیر خدا کے آگے جھکا دیا۔ پیران کلیر کو معبود اور پیر صابر کو
معبود کس نے بنایا۔ لاہور میں حضرت علی ہجویری کو گنج بخش کس نے
بنایا بغداد کی سلطنت کا سکہ دنیا میں کس نے جمایا۔ اجمیر کے زرک
کو معبودوں میں کس نے نمبر اول دلوایا۔ اور وظائف مندرجہ ذیل کس نے
سکھائے۔ شیئاً للہ جوں گدائے بے نوا المدد خواہم ز خواجہ دوسرا شیئاً
للہ جوں گدا اے مستمند المدد خواہم ز خواجہ نقشبند۔ خذ یدی یا شاہ
جیلاں خذ یدی۔ شیئاً للہ انت نور احدی۔ ہاں تصرف شیخ جیلاں کر فعلہ اللہ
کاملک ترا ۱۲ کی کس نے غلط راہ سکھائی۔ قبروں پر بلکہ اپنے قدموں پر سجدے
کس نے کرائے وغیر ذلک۔ یہ سب واقعات صحیحہ بطور نمونہ کے پیش ہیں

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست
اصل بات یہ ہے کہ عالم اور صوفی میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے
مادہ مشترک تو کام کا ہے مادہ افتراقی خواہ صوفی کا ہو یا عالم کا دونوں کا
انجام ٹھیک نہیں نہ صرف اُن کا اپنا بلکہ جو اُن کے زیر اثر ہوں اُن کا بھی
اصلاح :- اس عبارت کے یہ الفاظ ضرور ملاحظہ طلب ہیں جن پر خط کھینچ دیا گیا

صلوٰۃ غوثیہ

شیخ عبد القادر جیلانی نے ایک نماز نکالی ہے جسکی ترکیب یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے اور برواتیے بعد نماز مغرب اوس میں گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اوس کے بعد حضرت پر درود پڑھے اور بعد اوکی طرف گیارہ قدم چلے اور شیخ صاحب کا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے تو اوس کی حاجت پوری ہو گی۔

اس پر وہابیوں کا یہ اعتراض ہے کہ شیخ صاحب چونکہ بڑے متبع کتاب وسنت تھے لہذا یہ ہو نہیں سکتا کہ یہ روایت شیخ صاحب کی صحیح ہو۔ بلکہ کسی نے الحاق کر دیا ہے۔

یہ نماز کتاب وسنت کے بالکل خلاف ہے اور طریقہ خلفاء راشدین اور سیرت وعمل صحابہ کے بھی موافق نہیں۔ اگر یہ عمل موجب ثواب وقربت الی اللہ ہوتا تو صحابہ وتابعین کب اس کو نہ کرتے لہذا یہ نماز بالکل ناجائز ہے۔

اس کے جواب میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جنھوں نے مجدد مئۃ الحاضرہ کا لقب اختیار کیا ہے۔ ایک بہت بسوط رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار رکھا ہے اور ۱۳۰۵ھ میں

بمقام مطبع اہلسنت والجماعت بریلی چھپ گیا ہے۔
اس رسالہ میں پہلا کام تو یہ کیا ہے کہ اس روایت کی صحت ثابت کی ہے کہ بے شک یہ نماز ایجاد کردہ شیخ عبدالقادر جیلانی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیز کی معمول اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی ومقبول اور حضور پرنور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوۃ اللہ وسلامہ علے جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول اجلہ علمار واکابر کملا اپنی تصانیف علیہ میں اُسے روایت کرتے اور مقرر ومسلم ومعتبر رکھتے آئے ہیں"
اب فرمائیے یہ نماز مطابق اسلام ہے یا خلاف اسلام کیونکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے :- واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین ۔ اعراف پ ۸-ع-۱۰
کہ ہر نماز کے وقت سیدھے اسکی طرف کھڑے ہو اور اوسکی عبادت میں اخلاص رکھ کر اوسی کو پکارا کرو ۔ مگر شیخ صاحب کی تعلیم ہے کہ بغداد کی طرف رُخ کرو اور شیخ صاحب کا نام لے کر حاجت طلب کرو۔ تو حاجت بر آویگی - اب نہیں معلوم کون سی تعلیم سچی ہے اسلام کی جس میں تمام دنیا سے منہ موڑ کر خدا کی طرف توجہ کرنا چاہیئے یا شیخ صاحب کی تعلیم کے مطابق قبلہ سے منہ موڑ کر بغداد کی طرف رُخ کیا جاوے اور بجائے خدا اُن کا نام لے کر حاجت مانگی جائے ۔
قبل اسلام ہزاروں قسم کے معبود کی عبادت رائج تھی مگر اسلام نے سب کی عبادتوں کو مٹا کر خدا کی عبادت کی تعلیم دی مگر شیخ صاحب بعنوان
ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ (شوری)

کیا اُن کے وہ شریک ہیں جنھوں نے اُن کے لئے ایسا دین مقرر کیا جو خدا نے نہیں فرمایا (ایسے دین کی تعلیم دی جس کی خدا نے کسی طرح اجازت نہیں دی)

اسلام میں خلیفہ دوم سے بڑھکر کوئی خلیفہ علے الاطلاق نہیں ہوا جس نے ہزاروں احکام اسلام کو بدل دیا مگر اُن کو بھی یہ جراٗت نہ ہوئی کہ کوئی نماز فاروقی قائم کریں۔ اگر تراویح کی ایجاد کی بھی تو خود وہ نعمۃ البدعۃ کہتے رہے۔ مگر اُن کے طرفداروں نے ہزاروں روایتیں بنادیں کہ اونکی ایجاد نہ کہہ سکے بلکہ رسول اللہ کے حکم سے کیا اگرچہ وہ سب حدیثیں جعلی ہوں مگر کسی کو یہ جراٗت نہ ہوئی کہ کہے کہ وہ خلیفہ تھے لہذا ایک نماز جاری کیا۔

بہرحال مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جن دلائل سے اس نماز کو ثابت کیا ہے وہ نہایت ہی قابل قدر ہیں کیونکہ جن لوگوں نے شیخ عبد القادر جیلانی پر اپنا ایمان قائم کیا ہے اُن کو ایسے ہی مولویوں کی ضرورت ہے جو فرماتے ہیں۔ صـ۱۵

اور اسے اخلاص و توکل کے خلاف ماننا عجب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے اور ان سے توسل قطعاً محمود۔ اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو) اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ وہ ہیں کہ دعا کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر

ہیں کہ دعا کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگر انبیاء وصلحاء وعرفاء علیہم التحیۃ والثنا کا قدیماً وحدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پُرنور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک استشفاع وتوسل احادیث وآثار میں جس قدر وفور وکثرت وظہور وشہرت کے ساتھ وارد ہیں محتاج بیان نہیں"۔

غرض یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ سے توسل جائز ہے اور اخلاص وتوکل کے منافی نہیں اوسی طرح غوث الاعظم سے بھی توسل جائز ہے۔ اور یہ منافی اخلاص نہیں۔ پھر لکھتے ہیں ص ۲۳

اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سُنئے اپنے قصیدۂ اطیب النغم کی شرح میں پہلی ہی بسم اللہ میں یہ لکھتے ہیں کہ لا بدست از استمداد بروح آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی میں ہے نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگیں است در ہر شدتے۔ اُسی میں ہے بہترین خلق خدا است ونافع ترین ایشاں ست مردمان را نزدیک ہجوم حوادث زمان۔ اُسی میں ہے فصل پانز دہم در ابتہال بآنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے مرجع دعا کنندہ۔ اسی میں ہے اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے ازالۂ مصیبتے۔ اُسی میں ہے تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگالہا را۔ اور اپنے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے لکھتے ہیں۔ آخر حالتے مادح آنحضرت را صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتیکہ

احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا آنست کہ ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود با خلاص در مناجات و ثنا گرفتن باین طوق اے رسول خدا اے بہترین مخلوقات عطا اے ترا میخواہم روز فیصل کردن ۔ اُسی میں ہے وقتیکہ فرود آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا ۔ اُسی میں ہے بسوے تست رو آوردن من و بر تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من با جملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص نہ جانے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مکابر غوم ۔

غرض وہی ہے کہ جس طرح رسول اللہ سے توسل جائز ہے اسی طرح پیر دستگیر سے بھی ۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آخر رسول اللہ میں اور ان میں کیا نسبت ہے وہ تو شفیع للمذنبین رحمۃ للعالمین ہیں اور کیا حضرتؐ نے بھی کہیں یہ تعلیم دی ہے کہ خانہ کعبہ سے انحراف کرکے مدینہ کی طرف رُخ کرو حالانکہ خود حضرتؐ نے بھی مکہ کی طرف بلا حکم صریح نہیں رُخ کیا ۔

اسی ذیل میں لکھتے ہیں صـ۲۵

عجیب تر بشنو ۔ مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ۔ ایشان بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شما بر محبت خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب است و موجب انفعال میشود در جواب برنگاشتند کہ محبت پیر ہمیں محبت خدا و رسول ست و سبب جذب کمالات الٰہیہ کہ در باطن پیر ثابت است می شود ؎

چوں دیدۂ عقل آمد احول ؞ معبود تو مرئی ست اول

انتہی بلفظہ ۔

اس سے معلوم ہوا کہ پیر کی محبت خدا و رسولؐ کی محبت پر غالب ہو اب حد ہو گئی ان کی ایمان داری کی خلیفہ دوم تو رسول اللہ کے روبرو

فرمائیں ہمارے نفس کی محبت آپ کی محبت پر غالب ہے جس پر حضرت انکار کریں کہ جب تک ہم کو اور ہمارے اہلبیت کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب نہ رکھوگے اوس وقت تک ایمان نہیں مل سکتا ۔ اور یہ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں محبت پیر غالب ہے محبت خدا و رسولؐ پر۔

پھر لکھتے ہیں صہ ۳۴

شاہ ولی اللہ نے قول الجمیل میں قضائے حاجت کن فیکون کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ (پھر بگرای آتارے آستین گلے میں ڈالے پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو) اس پر ان کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں ۔ بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا ۔ حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردا یعنی چادر کا الٹنا پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل جائے تو اسی طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے واسطے حصول شعار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا ۔ انتہے مترجما بترجمہ المولوی خرم علی البلہوی فی شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں ۔ اس وجہ سے کہ اوس میں تضرع مخفی کا اظہار شدہ ہے ۔ اگرچہ نفس اظہار گڑگڑانیکی صورت سے حاصل تھا جائز ٹھہرا تو چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اوسمیں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکر ناجائز ہوگا ۔

مگر افسوس یہ سب باتیں اونھیں صوفیوں کی ہیں جن کے اسلام یا ایمان میں کلام ہے رہا جو کچھ کلام معصومین ہے وہ تو بالراس والعین مسلم ہے اوسکو

قیاس کرنا تو داخل شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ ہے۔ کیونکہ وہ تو جو کچھ ہے بحکم خدا ہے نہ اپنے دل سے۔ پھر لکھتے ہیں صہ۳

یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لئے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت ہے شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں "۔ اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راکشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دوختن ویا نور را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و احادیث نفس را می نشاند (دیکھئے یہ آفتاب پرستی ہے) اُسی میں ہے چند نوع از کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصریفیہ او تا عاملے بفیض او منتفع شوند ملخصاً خود شاہ ولی اللہ اور اُنکے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور اُن کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لئے صدہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے یا آپ ہی بنائے۔ جن کا پتہ قرون ثلثہ میں اصلا نہ تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی تقبیل الابہامین میں ذکر کئے اور خود انکی قول الجمیل ایسی باتوں کی حامل و کفیل جامع ترجمۂ شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اُس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاد علم حدیث مولٰنا ابو طاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں۔ حیث قال ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ و ایشاں بعمل پنجم در جواہر خمسہ است اجازت دادند

عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ وجیہ الدین علوی الگجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاروی وایضاً ابیہما الشیخ ابو طاہر عن الشیخ احمد النخلی بسندہ الی اٰخرہ وایضاً حقیر درسفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد لاہوری۔ دریافت ایشاں اجازت دعاے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانہ یکے از اعیان مشائخ طریقہ حسنیہ وشطاریہ بودند وچوں کسے را اجازت میدادند اورا دردعوت رجب غنیشد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ واعمال الجواہر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ عبد الملک بایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الگجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاروی انتہی۔ اس عبارت کے بعد خود مولوی احمد رضا صاحب لکھتے ہیں۔ حضرات منکر۔ بن ذرا مہربانی فرماکر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان افعال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں۔ جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سُنّی موحد محدث نے سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہیں یہی دعاے سیفی جسکی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اُسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے۔ نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند وآں اینست نادعلیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی

مسئلہ :- قال اللہ تعالے واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اور جب خدا نے عہد لیا اُن لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی اُسے صاف بیان کردینگے لوگوں سے اور چھپائیں گے نہیں) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت نجدیہ ھداھم اللہ تعالی الی الملۃ الحنیفۃ کہ جو لوگ نادعلی پڑھیں پڑھائیں سیکھیں سکھائیں اُسکی سندیں دیں اجازتیں دلائیں اُس کے سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کرجائیں۔ اُس کے حکم دینے والوں کو ولی کامل بتائیں اپنا شیخ ومرشد ومرجع سلسلہ بتائیں اُن میں بعض کو بلفظ ثقہ واعیان مشائخ اور اُن کی ملاقات کو بکلمہ دستبوسی تعبیر فرمائیں اونھوں نے غم ومصیبت ورنج وآفت کے وقت یا علیؓ یا علیؓ کہنا روا رکھا یا نہیں اور اسے ورد وظیفہ بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم وشریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں۔ اور وہ اس سبب سے مشرک کافر بے ایمان جہنمی ہوئے یا نہیں۔ پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جانیں عالم امت حامی سنت وقطب زمان ومرشد دوران مانیں (جیسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) اُنھیں مقتدائے دین وپیشوائے سلمین بتائیں اُن کے علم وافضال وعرفان وکمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر واکابر حضرات وہابیہ) انھیں سید الحکما وسید العلما وقطب المحققین فخر العرفاء المتکلمین اعلمہم باللہ قبلہ ارباب تحقیق وکعبۂ اصحاب تدقیق وقدوۂ اولیاء وزبدۂ ارباب صفا بلکہ امام معصوم وصاحب وحی تشریعی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسمٰعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک شرک شرک جو شرک پسند شرک آموز کو پیر وپیشوا وامام ومقتدا بناکر سید العلماء ومقبول خدا بناکر

خود بھی کافر و مشرک و مستحق عذاب الیم و مہلک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضا بالکفر کفر و مسئلہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر و حکم آیہ کریمہ ومن یتولھم منکم فانہ منھم و حدیث صحیح المرء مع من احب جاری ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

اقول :۔ اب تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی نکمو یا بیوں کا اعتراض یا علیؑ پر سب کو معلوم ہے کہ وہ اس جملہ یا علیؑ سے شیعوں کو مشرک کہتے ہیں۔ حالانکہ خود شاہ ولی اللہ صاحب عمل ناد علیؑ کو مجرب بتاتے ہیں۔ اور اسکی اجازت اپنے پیروں سے لیتے ہیں۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو ناد علی کا ثبوت مانگتے ہیں وہ دیکھیں اس ناد علیؑ کی کیا عظمت ہے۔

سبحان اللہ کیا اختیارات ان کو ملے ہیں کہ جو عمل چاہیں جس طرح چاہیں بنائیں اوس میں کوئی روک ٹوک نہیں اور شیعہ جو بحکم رسولؐ ائمہ طاہرینؑ کی زیارت پڑھیں یا تعزیہ داری کریں وہ سب شرک ہو جائے کیونکہ زمانہ خلفاء میں یہ باتیں نہ تھیں اس زبردستی کا کیا علاج ہے حالانکہ باتفاق فریقین بلکہ تمامی فرقہ اسلامیہ رسول اللہ نے اپنے بعد ائمہ اطہارؑ کو ہادی خلق مقرر کیا ہے اور ان حضرات نے جو حکم دیا ہے بہ تعلیم خدا و رسولؐ ہے۔

لکھتے ہیں ص ۳۵

یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لئے ختم خواجگان چشت قدست اسرارہم کی ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں ۔ دہ مرتبہ درود خوانده ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا التجا

سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانده باشند انشاء اللہ تعالے
در ایام معدودہ مقصود بحصول انجامد۔ مرزا مظہر جان جاناں صاحب
اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں دعاے حزب البحر وظیفہ صبح وشام
وختم حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات
باید خواند دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں ختم خواجہا رضی اللہ تعالے
عنہم وختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالے عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید
مکتوب آخر میں کہتے ہیں ختم حضرات خواجہا وختم حضرت مجدد رضی اللہ
تعالے عنہم نیز اگر یاران جمع آیند بعد از حلقہ صبح بران مواظبت
نمایند کر از معمولات مسمی بہ معمولات مظہری ہے۔ اوسکی ترکیب یوں منقول ہے
اول دست برداشتہ سورہ فاتحہ یکبار بخواند الخ اخیر میں لکھا بعد ازاں
از جناب خداے عز وجل حصول مطالب بتوسل این بزرگواران باید
خواست وتا سرانجام مقصود مداومت باید نمود الخ ان صاحبوں سے
کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرون ثلثہ میں کہاں منقول ہیں۔ ان میں کچھ
ثواب یا تقرب الے اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ بھی بجالاتے اور سید عالم
صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علے
وضوح الحق ثالثاً خیر صلوۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے
کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع اعراض کے لئے پڑھتا ہے
مزاج پرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب
میں جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز
مانتے اور ان محدثات کو ذریعہ حصول الے اللہ جانتے ہیں وہ کون ہ شاہ
ولی اللہ شاہ عبد العزیز مرزا مظہر جان جاناں شیخ مجدد الف ثانی
مولوی اسمعیل دہلوی۔ مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم۔ جنھیں منکرین بدعتی

گمراہ کہیں تو کس کے ہو کر رہیں خود شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں دم یثبت تعیین الآداب ولا تلک الاشغال (یہ خاص آداب اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے) شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیۂ قول الجمیل میں فرماتے ہیں۔ اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات و ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں۔ مناسبات مخفیہ کے سبب جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الیٰ قولہ) و اس کو یاد رکھنا چاہیے انتہی بترجمۃ البلهوری مولوی خرم علی مصنف نصیحۃ المسلمین سے نقل کر کے لکھتے ہیں یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔ انتہی۔ اور سنیے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ ثالثہا الرابطۃ بشیخہ فلذا صحبہ خلی نفسہ من کل شئ الا محبتہ و ینتظر لما یفیض منہ و اذا غاب الشیخ عنہ تخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ و التعظیم فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ اھ ملخصاً۔ یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطۂ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت ہو تو اپنا دل اُسکی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اسکی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اُسکی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دیگی) شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ ترقریب ہے۔ انتہی۔ اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے مرزا مظہر صاحب نے اگرچہ کتاب و سنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بیشک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح فرمائی مکتوب ۱۷ میں لکھتے ہیں۔ ذکر جہر با کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون آخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدا ر فیاض اخذ نمودہ اند

وشرع ازاں ساکت است ودداخل دائرۂ اباحت وفائدہ دراں تحقیق وانکار
آں ضرور نے۔ اور تحفۂ مکتوب ۱۱ میں ہے اگرچہ از مصحف مجید فال زدن درحدیث
شریف نیا مدہ اما ممنوع ہم نیست اگرکسے زند مضائقہ ندارد۔ انھیں کے ملفوظات
میں ہے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقۂ نو بیان نمودہ ومقامات وکمالات
طریقۂ خود بسیار تحریر فرمودہ ودراں مقامات ہیچ شبہ نیست کہ باقرار ہزاراں علماء
عقلا بتواتر رسیدہ اھ ملخصاً۔ اسی میں ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ
علیہ طریقۂ جدیدہ بیان نمودہ اند در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشاں
در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر وباطن وعلم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند
اھ ملخصاً۔ میاں اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم میں لکھتے ہیں اشغال مناسبہ ہر وقت
وریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند ولہذا محققان ہر وقت ازاکابر ہر طریق در
تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت وید وقت چناں اقتضا کرد کہ
یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعیین
کردہ شود الخ۔ اب یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور ان امور دینیہ میں نئی نئی باتیں نکالنی
اور عمل میں لانی کس نے جائز کی۔ مسئلہ :۔ قال رسول اللہ من سئل عن علم فکتمہ
الجمہ اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ چھپائے تو
اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے آگ کی لگام دے۔ اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسمٰعیلیہ
کہ دین خدا میں ایسی نئی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کرکے کہ کتاب وسنت سے ان کا
ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انھیں موجب ثواب وقرب رب الارباب سمجھنا بدعت
سیئہ شنیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منہ
فھو رد وحدیث کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وحدیث شر الامور
محدثاتہا وحدیث اصحاب البدع کلاب اھل النار وارد ہوگی یا نہیں اور
جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیں اوروں سے کرائیں کتابوں میں

لکھیں زبانی بتائیں حسب تصریح تقویۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں؟ اور وہ بدعتی فاسق مخالف سنت قرار پائے یا نہیں اور اُن سے بھی کہا جائیگا یا نہیں کہ صحابہ ثواب وحسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے۔ اور میاں آنجناب بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جانتے اور انکی مدح وستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ مداح ومعتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب ومرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل غلام وبادخوان ہر دو شاہ صاحب اور تمام حضرات وہابیہ مداحین ومعتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے آیا بحکم حدیث من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام یہ سب کے سب عمارت اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں۔ یا یہ احکام صرف مجلس میلاد وغیرہ انھیں امور کے لئے ہیں جنمیں محبوبان خدا کی محبت وتعظیم ہو جاتی سب حلال وطیب اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اُسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اُسے نقل کر کے مسلم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین ومداح سب کے سب مشرک ومشرک پرست ٹھہرے یا نہیں ہو یا یہ حضرات احکام شرع سے مستثنیٰ ہیں اور تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان وغیرہا کی حدیثیں آیتیں صرف مومنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اُتری ہیں؟ بینوا توجروا ۱۲۹

آپ نے دیکھا کوئی بدعۃ ایسی نہیں ہے جسکے موجد اہلسنت نہ ہوں مگر بدعتی کا خطاب صرف شیعوں کے لئے مخصوص ہے کیونکہ وہ تعلیم اہلبیت طاہرین پر چلتے ہیں کیسے ہی دلائل قرآن وحدیث سے پیش کریں مگر نہیں مقبول ہوتے اور اہل سنت کا ایک متنفس بھی کسی امر کا موجد ہو تو وہ سب مقبول ہے قرآن وحدیث سب اُسکے تابع ہیں۔

حاجت انسان کو مجبور کرتی ہے جس کے لئے انسان ہر کس و ناکس کی طرف رُخ کرتا ہے۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ خداوند عالم نے صریح لفظوں میں فرمایا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ء الٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون ۔ امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ ء الٰہ مع اللہ تعالی اللہ عما یشرکون امن یبدء الخلق ثم یعیدہ ومن یرزقکم من السماء والارض ء الٰہ مع اللہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین (سورہ نمل) کون ہے جو مضطر کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ دعا کرتا ہے اور کون تکلیف کو دور کرسکتا ہے اور تجھکو زمین میں اگلوں کا جانشین بنایا ہے کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا بھی ہے (ہرگز نہیں) تم بہت کم غور کرتے ہو۔ بجز خدا تم کو کون جنگل اور دریا کی اندھیری میں راستہ بتاتا ہے اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت کی خوشخبری بناکر بھیجتا ہے۔ کیا خدا کے سوا اور بھی کوئی خدا ہے۔ خدا کی شان برتر ہے اوس سے جو تم لوگ شرک کرتے ہو۔ کیا اور بھی کوئی شخص ہے جو سب سے پہلے پیدا کرتا ہے۔ پھر بار بار پیدا کرتا ہے اور تم کو آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے کیا خدا کے سوا اور بھی کوئی خدا ہے۔ اگر سچے ہو تو اپنی دلیلیں لاؤ۔

ہم امید کرتے ہیں کہ فرقہ حقہ شیعہ کا کوئی فرد بشر ان لغویات میں مبتلا نہ ہو گا۔ کیونکہ ہمارے ائمہ طاہرین نے ہر طرح کے اعمال و اوراد قضائے حاجت کے لئے بتا دیئے ہیں اور علماء شیعہ نے صدہا کتابیں اسکے متعلق تصنیف کر دی ہیں جسکے بعد نہ آپ کو صوفیوں کے پھندے میں پڑنا ہوگا نہ حاجت براری کے لئے درگاہ درگاہ کی خاک چھاننی پڑیگی نہ آپ کو لونگ چھنکوانا ہوگا نہ چلے پر دم کرانا ہوگا۔ نہ خلاف شریعت روزہ رکھنا۔ کہ کہیں تو یہ طریقہ ہے کہ سوا پہر کا روزہ رکھو۔ کہیں یہ کہ وصل کرو۔ دن بھر روزہ رکھکر رات گئے ایک لونگ کھاکر کورے کوزے میں پانی پیو اور صبح ہوتے سحری کھاؤ۔ انھیں اختراعات سے یہ بھی ہے کہ ہر دعا یا ہر طریقہ کے لئے اجازت کی ضرورت

ہوتی ہے کہ پیر میاں سے اجازت لی جائے۔ حالانکہ یہ سب ڈھکوسلا ہے کیونکہ شارع تو سب کا خدا ہے یا رسولؐ وہ کب اپنے بندوں کو ایسے پھندوں میں ڈالے گا کہ جب پیر میاں کو چڑھاوا چڑھائے تو وہ اجازت دیں۔ قاضی الحاجات خدا ہے معلم طریقہ طلب حاجت بھی خدا اور رسولؐ ہیں تو وہ کب ایسے امور شرکیہ کو جائز رکھ سکتے ہیں۔

شیخ عبد القادر جیلانی میں اگر خصوصیت ہے تو اسی قدر کہ خود مولوی صاحب لکھتے ہیں: مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عزیز بتول زہراؑ کے لخت جگر علی مرتضیٰؑ کے نورِ نظر حسنؑ وحسینؑ کے قرۃ العین صفت ابی بکر وعمر کی محبت وعشق وعقیدت ہو جائے صفحہ ۔ پس کیا ضرور ہے کہ ہم خدا و رسولؐ و ائمہ طاہرینؑ کو چھوڑ کر ایسوں کی محبت یا اتباع کریں۔ جن کے متعلق یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس نسب سے تھے اور کیا تھے۔

دنیا حضرات ائمہ طاہرینؑ کے مخالف تھی جس سے آپکو حکومت ظاہری نہ ملی۔ مگر چونکہ خدا نے ان حضراتؑ کو قائم مقام رسولؐ کیا تھا اس لئے باوصف مخالفت ظاہری ہر شخص مجبور رہتا کہ ان حضراتؑ کو اپنا روحانی مقتدا مانے۔ اس لئے ان صوفیوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ روحانی اقتدار ان حضراتؑ کا مٹ جائے مگر خدا کا وعدہ واللہ متم نورہ کیونکر غلط ہو سکتا ہے۔ قرابت مندان رسولؐ کے ساتھ جو برتاؤ خود حضرت کے عہد میں کیا گیا وہ آپکو معلوم ہے کہ عرب و عجم کی زمین کوئی ایسی نہیں ہے جس میں ان حضرات کا خون نہ گرایا ہو۔ مگر ہم خود عہد خلیفہ دوم کا ایک ایسا واقعہ دکھاتے ہیں جس سے شیعہ بھی سب استدلال کرتے ہیں کہ خداوند عالم کی درگاہ میں توسل آل رسولؐ سے نہایت ضروری ہے۔ اس واقعہ کو خود مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی لکھا ہے مگر افسوس اصل راز کو چھپا دیا یہ واقعہ استسقاء کا ہے کہ خلیفہ دوم نے حضرت عباسؓ کے ذریعہ سے استسقا کیا سنہ ۱۸ھ میں جو قحط مدینہ میں پڑا تھا جس کا نام عام الرمادہ تھا۔ خود خلیفہ دوم نے چند مرتبہ نماز استسقا اس سال پڑھی مگر پانی نہ برسا (تیسیر جلد ۲

کعب الاحبار نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کا قاعدہ تھا جب اس قسم کی مصیبت میں مبتلا ہوتے تو وہ خاص قرابت مندان پیغمبر کے ذریعہ سے توسل کرتے اور طلب باران کرتے۔ عمر نے کہا یہ عم رسول موجود ہیں جو بنی ہاشم کے سردار ہیں حضرت عباس۔
کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ خلیفہ دوم کو کوئی حدیث رسول کی فضائل جناب امیر و اہلبیت طاہرین میں یاد نہ تھی جو اس کعب الاحبار کے ہدایت کی ضرورت ہوئی حالانکہ خود رسول اللہ نے انکے ایک دفعہ انکار پر انصار کو طلب کیا تھا جو ہتھیار لگا کر آئے تھے کہ عسکر جہاد کریں ۔ پھر کیوں نہ از خود اہلبیت کی طرف رجوع کیا جو اس یہودی کی تعلیم کی ضرورت ہوئی مگر جب کعب نے دستور بنی اسرائیل کو بتایا تب جا کر اقرار کیا کہ بے شک بنی ہاشم افضل ہیں اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ خلیفہ دوم نے بڑے اطمینان سے رعایا کو خوشخبری دی کہ کل ضرور پانی برسائیگا خدا جنکے ذریعہ سے چاہے ۔
یہاں کا تو یہ حال تھا اب ہاں چلئے کہ حضرت عباس کیا کرتے ہیں راوی سیرۃ حلبیہ میں ہے :- فلما اصبح غدا العباس فدق علیه الباب فقال من قال عمر قال ما حاجتک قال اخرج حتی استقی اللہ بک قال اقعد فارسل الی بنی هاشم ان یطهروا والبسوا من صالح ثیابکم فاتوه واخرج طیبا اطیبهم ثم خرج وعلی امامه بین یدیه والحسن عن یمینه والحسین عن یساره وبنو هاشم خلف ظهره وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتی المصلی فوقف فحمد اللہ واثنی علیه وقال اللهم انک خلقتنا ولم توامرنا وعلمت ما نحن عاملون قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک فینا عن رزقنا اللهم فکما تفضلت علینا فی اوله تفضل علینا فی اخره قال جابر ما برحنا حتی سحت السماء علینا سحا فما رجلنا الی منازلنا الا خوضا فقال العباس انا ابن المسقی ابن المسقی - ابن المسقی - ابن المسقی - ابن المسقی خمس مرات اشار الی ان اباه عبد المطلب استسقی خمس مرات فسقی هذا الکلامه فلینظر الجمیع صفحہ ۲۹۴ جلد ۲ یعنی صبح ہوتے ہی حضرت عمر مکان حضرت

عباس پر پہونچے دق الباب کیا۔ عباس نے فرمایا کون ہے۔ کہا عمر۔ پوچھا کیا غرض ہے
کہا نماز استسقاء کے لئے تشریف لے چلئے شاید خدا باران رحمت نازل کرے۔ عباس
نے کہا بیٹھ جاؤ۔ اسکے بعد بنی ہاشم کو کہلا بھیجا۔ طہارت کر کے۔ لباس پاک پاکیزہ
پہنکر عطر لگا کر یہاں آؤ۔ سب حاضر ہوئے تو حضرت عباس نے عطر منگا کے انکو
دیا کہ عطر لگالو۔ پھر اس طرح باہر تشریف لائے کہ جناب امیرؑ آگے تھے اور امام حسنؑ داہنی
طرف اور امام حسینؑ بائیں طرف اور تمامی بنی ہاشم پشت سر اوس کے بعد حضرت عباس
نے عمر سے کہا دیکھو غیروں کو ہمارے ساتھ نہ لاؤ۔ اسکے بعد آپ مصلے پر آئے۔ دعا
کی۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ فوراً ابر آنا شروع ہوا اور گھر پہونچتے پہونچتے تمام
بھر گیا۔ حضرت عباس نے کہا ہم بیٹے ہیں اوس کے جس نے تم کو سیراب کیا یہ بھی پانچ
مرتبہ کہا اشارہ ہے اسکی طرف کہ حضرت عبد المطلب نے پانچ مرتبہ استسقاء کیا۔ اس
کلام کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے (ص ۱۹۴ جلد ۲)

غرض بغیر توسل اہلبیت طاہرین دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا کیونکہ اس زمانہ میں
جب لاکھوں صحابی موجود تھے اور خلیفہ دوم سب کے مقتدا تھے کوئی کام بلا توسل اہلبیت
طاہرین نہ چل سکا تو اس زمانہ میں کب ممکن ہے کہ کسی شیخ وغیرہ پیر کے ذریعہ سے قضائے
حاجت ہو سکے۔

حضرت عمر کو معلوم تھا کہ جب رسول اللہ مباہلہ کے لئے نصاریٰ نجران سے تشریف لے چلے
ہیں تو صرف پنجتن پاک کو اپنے ساتھ لیا تھا حضرت عباس کو نہ کسی اور کو مگر عمر صاحب
نے صرف اس غرض سے کہ حقیقت جناب امیرؑ نہ ظاہر ہو اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ ہم نے
عم رسولؐ کو شفیع بنایا جو سب کے بزرگ ہیں حضرت عباس کے ذریعہ سے استسقاء کیا
مگر حضرت عباس تو سب جانتے تھے انھوں نے وہی کیا جو حق تھا کہ جناب امیرؑ کو مقدم
کیا اور حسنینؑ کو اپنے داہنے بائیں رکھا اور بنی ہاشم کو سب کے بعد رکھا اور نماز استسقاء
پڑھی جس میں پوری کامیابی ہوئی۔

جس طرح اُس زمانہ میں خلفاء نے حق تلفی کی اوسی طرح اس زمانہ کے صوفی حق تلفی اہلبیت طاہرینؑ کے لئے یہ کام کر رہے ہیں کہ کوئی غوث اعظم کو اپنا وسیلہ بناتا ہے کوئی پیر اجمیر کو کوئی کسی دوسرے تیسرے کو جس سے اور بھی خداوند عالم کے غضب کے مستوجب ہوتے ہیں۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ جب حضرت عباس نماز استسقاء پڑھا چکے اور بارش خوب ہوئی فقال عمر هذا والله هو الوسيلة الى الله فصاروا يتمسحون بالعباس ويقولون هنيئاً سقينا فی الحرمین ص۴۹

تو عمر نے کہا قسم خدا کی یہی وسیلہ ہیں خدا کی طرف اور لوگ حضرت عباس کے بدن سے تبرک لینے لگے اور کہنے لگے مبارک ہو تم کو کہ ہم کو دونوں حرم میں سیراب کیا۔

حضرت عمر نے گو اخفائے کرامات اہلبیت طاہرینؑ کے لئے یہ سب کیا کہ بجائے جناب امیرؑ او نھوں نے حضرت عباس کو مقدم کیا مگر جو کچھ جناب رسالت مآبؐ بحق اہلبیت طاہرینؑ فرما گئے تھے وہ مخفی نہ رہ سکا اور زمانہ نے بتا دیا کہ قابل توسل یہی ذوات مقدسہ ہیں نہ دوسرے تیسرے۔

اب ہم اس رسالہ کو یہیں تمام کرتے ہیں کیونکہ نماز غوثیہ نے اچھی طرح بتا دیا کہ ان لوگوں کا مقصود یہی ہے کہ خدا اور رسولؐ و ائمہ طاہرینؑ کے توسل کو ترک کر کے لوگ اُن پیروں کی طرف متوجہ ہوں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی ہی نے اس طرح کی نماز نہیں ایجاد کی بلکہ معروف کرخی بھی ایسی ہی تعلیم دیتے تھے کہ ہمارے واسطہ سے طلب حاجت کرو۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ